رجسٹرڈ ایل نمبر

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا لوا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ

اِنَّہٗ اٰوَی الۡقَرۡیَۃَ



آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جسنے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔

مسیح موعود کا اعلان

الحکم

چہ گویم با تو گرای جہا در قادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے .. .. صہ
خواص و معاونین سے .. .. عہ
ہندوستان سے باہر .. .. ےہ
غیر مذاہب والوں سے ۱۲
اپنی جماعت کے غیر مستطیع لوگوں سے ۱۲

| نمبر ۱۷ | دار الامان قادیان مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۶ء | جلد ۱۰ |

مدرسہ تعلیم الاسلام کو خصوصًا اسوقت کیا ضرورت درپیش ہے

ہمارے مقامی اخبارات میں شائع ہو چکا اور قوم پڑھ چکی ہے کہ ہمارے مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکھا اور ریمارک بک میں لکھا کہ وہ اگست کے مہینہ میں ایک دفعہ پھر ملاحظہ کرینگے اور بعض نقصوں کی تلافی ہو جانیکے بعد جو ریمارک بک میں انکی طرف سے لکھی گئی ہیں مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کرینگے۔ من جملہ ان نقصوں کے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسہ کے متعلق نکالے اور انکی تلافی پر زور دیا ہے فرنیچر کا زیادہ کرنا ہے اور یہ کہ ہر ایک استاد کے آگے ایک میز اور کرسی ہونی چاہیے۔

وقت بہت تھوڑا اور کام بہت ہے اور کام بھی درحقیقت تھوڑا ہے اگر قوم کیطرف سے کافی مدد جلد ملجائے۔ اور قابل غور یہ امر ہے کہ اگر مدد میں یا جلدی مدد کرنے میں سہل انگاری کی جائے تو کس قدر ضرر کا احتمال ہے۔

سردست پانسو روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ رقم ہنئی اور زندہ قوم کی بلند ہمت اور وسعت حوصلہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو کہ سیالکوٹ کی جماعت ایک سو اور لاہور کی جماعت ایک سو اور کپورتھلہ کی جماعت کم از کم پچاس اور گوجرانوالہ کی جماعت پچاس اور حیدرآباد دکن کی جماعت ایک سو ہم پہونچائیں اور اسی طرح دوسرے شہروں کی جماعت اپنی استطاعت کے موافق رقوم اکٹھی کریں تو بہت جلد عمدہ طور سے کام ہو جاتا ہے

امید ہے کہ ہمارے مکرم معظم دوست اور خدا تعالیٰ کے انعامات خاصہ کے مورد اصحاب جن کے اسمائے گرامی ذیل میں ثبت ہوتے ہیں خصوصًا اسطرف توجہ مبذول فرمائینگے۔ اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دینگے۔

شیخ رحمت اللہ۔ منشی تاج الدین صاحب۔ سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ شیخ نور محمد صاحب حکیم مالک کارخانہ ہمدم صحت۔ منشی محمد نواب خان صاحب تحصیلدار گجرات۔ خواجہ جمال الدین صاحب ڈائرکٹر مدارس جموں خصوصًا۔ منشی عبد العزیز صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ محمد اسمٰعیل صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ شیخ عطا محمد صاحب سب اوورسیر ایبٹ آباد ہزارہ۔ شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد ہزارہ۔ منشی عزیز بخش صاحب ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازی خان۔ بابو غلام محمد صاحب گلگت۔ بابو غلام احمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات گلگت +

اگر یہ بزرگ ناصران ملت معقول رقمیں عنایت کرینگے تو امید ہے اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ گدائی کا دامن زیادہ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی + امید ہے کہ بہت سے اہل دل دوست جن کے اسماء اختصار کے لحاظ سے قلم بند نہیں ہو سکے خدا تعالیٰ کی راہ میں قدم اٹھانے سے کوتاہی نہیں کرینگے +

المعلن خاکسار عبد الکریم از قادیان

۱۸ مئی سنہ ۶

اظہار ارادت

ذیل میں ہم منشی محمد خان صاحب مرحوم افسر بگی خانہ کپورتھلہ کی ایک نظم درج کرتے ہیں جو ان کے کاغذات سے نکلی اس نظم کو نظم کی حیثیت سے درج نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے حسن ارادت کے اظہار کے لیے۔

امید ہے کہ ہمارے ناظرین اسکو دلچسپی سے پڑھینگے + (ایڈیٹر)

الٰہی یہ کے سب مقصد بر آئیں
یہ ہادی ہے شفیع المذنبین ہے
ہزاروں بدعتیں آکر مٹائیں
جہاں روشن کیا ہے اسنے آکر
نشان دین کا تو ذکر کیا تھا
تری شکل و شمائل کب بیاں ہو
کہیں تجکو مثیل اپنا بتایا
سنا ہے حضرت یوسف حسیں تھے
ولیکن تو تو مثل مصطفیٰ ہے
ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
دکھایا زور وہ تیرے قلم نے
فصاحت ہاتھ تیری چومتی ہے
صداقت کے نشاں تیرے عیاں ہیں
تری امداد باں اللہ نے کردی
تو آیا ہے بعین انتظاری
زمین دل پڑی تھی مردہ ساری
بچا جیسکے لیے تو نے دعا کی

الٰہی اسکی پوری ہوں دعائیں
یہ بیشک رحمۃ للعالمین ہے
ہدایت کی سبھی راہیں بتائیں
وہی بدر اتم مہر منور
جہاں سے نام تک بھی مٹ گیا تھا
بیاں ہو گر محمد کی زباں ہو
کہیں بالکل ہی اپنا سا بتایا
مگر مثل محمد وہ نہیں تھے
محمد خود ہی گویا آگیا ہے
شنیدہ کے بود مانند دیدہ
جھکا کے سر عرب نے اور عجم نے
بلاغت مست ہو کر جھومتی ہے
گواہ اسپر زمین و آسماں ہیں
رسول پاک نے تیری خبر دی
دلوں کو لگ رہی تھی بیقراری
تو آیا مثل باران بہاری
ہوا برباد جسکو بددعا دی

دعا ہے کیا تری حکم خدا ہے
نہیں ہے بددعا تیر قضا ہے

ضروری اطلاع

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ خط و کتابت کرتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکیگی اور مطلع اسکا جواب دہ نہ ہوگا۔

کیونکہ خدا کے فضل سے تعداد خریداران ترقی پر ہے ضروری خیال رہے (منیجر)

دارالامان کا ماہ ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر گورداسپور رہے البتہ درمیان میں ۲۲ ر اور ۲۳ ر مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو اتوار اور مقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم الدین وغیرہ کی وجہ سے وقفہ ملنے کے سبب دارالامان تشریف لائے اور ۲۴ ر کی صبح کو مع الخیر براہ راست گورداسپور تشریف لے گئے۔

گورداسپور میں ہمارے مکرم بھائی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن مع اپنے چند احباب کے حاضر ہو کر بہرہ اندوز سعادت ہوئے۔ اور احباب کو بیعت کرا کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت حجۃ اللہ کی صحت خدا کے فضل و کرم سے اچھی رہی ہے۔

۲۔ بزرگان ملت خدا کے فضل و کرم سے اچھے ہیں حضرت حکیم الامت کی طبیعت دو تین دن ناساز رہی مولوی سید محمد احسن صاحب اب بالکل تندرست ہیں اور حضرت اقدس کی ہمراہ گورداسپور میں ہیں۔

۳۔ تازہ الہامات ۔ النالك الحدید * معنے دیگر نہ پسندیم ما. کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی

یہ سب الہامات بمقام گورداسپور ہوئے ہیں *

۴۔ قادیان میں اب بالکل امن ہے۔ ننگل باغبانان میں باپ بیٹوں کی باہمی لڑائی میں ایک بیٹا مارا گیا۔ اس کے بھائی پر الزام قتل تایا جاتا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ یہ گاؤں طاعون سے تباہ ہو رہا تھا باوجود ایسی سرزنش اور تنبیہ کے ایسے سنگدل لوگ موجود ہیں۔ تعجب کی بات ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر بہا موقع واردات پر پہنچا * مفصل حالات پھر۔

ایک تعلق کی ضرورت

ایک شریف آدمی غیر احمدی نے بعض احمدی افراد کی اخلاق کو دیکھ کر اپنی ایک دوشیزہ بالغہ عمر ۱۶ سال خوش شکل حلیم الطبع صوم و صلوٰۃ کی پابند کا نکاح کا ارادہ احمدی جماعت میں کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا ہے جو اوصاف ذیل سے موصوف ہو۔

(۱) قوم کا کشمیری ہو (۲) احمدی جماعت کا خاص ممبر ہو (۳) عمر ۲۵ و بیس سال کے درمیان ہو (۴) وجہ معاش کم از کم ۲۵ روپیہ ماہوار رکھتا ہو (۵) خوش شکل ہو

اس کے متعلق خط و کتابت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب جنٹ سٹنٹ پلیگ ڈیوٹی گورداسپور سے کیجاوے۔

خاکسار عبدالحق احمدی پٹواری مرزا پور تحصیل گورداسپور

کلماتِ طیبات ملفوظاتِ احمدیہ

نماز میں حصولِ حضور کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی قلم سے

۱۶ ر مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو دوپہر کی گاڑی میں بمقام گورداسپور احاطہ کچہری میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر دو تین احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ ان آنیوالے ارادتمندوں میں ایک شخص بالکل اجنبی تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آپکا نام مولوی نظیر حسین سخا دہلوی ہے کسی وقت آپ جادرہ میں پرنسپل پروفیسر رہے ہوئے سا حتم درسرداد والا معاملہ ہوا اور وہاں سے الگ ہو کر بالکل کھڑے ہوئے اور سیاحت کیلئے پسند کیا کہ ایک تھیٹریکل کمپنی کے ساتھ بطور ڈرامائسٹ تعلق پیدا کر کے مختلف شہروں میں پھرتے پھراتے امرتسر میں وارد ہوئے۔ اور حضرت اقدس کا نام عرصہ سے سنا ہوا تھا تمنا زیارت باقی تھی اس لئے امرتسر سے صرف ایکدن کی رخصت لیکر حاضر ہوئے۔ آپکے چہرہ سے اخلاص اور سعادت کے آثار نظر آتے تھے کیا عجب اللہ تعالیٰ آپ کو مزید معرفت اور بصیرت عطا کرے اور وہ کسی عمدہ اور مفید کام میں اپنی زندگی بسر کر سکیں جو کہ ملک اور قوم کیلئے مفید ہو۔ غرض انہوں نے احاطہ کچہری میں ہی بیٹھ کر اپنی پاکٹ بک نکال کر اس پر ایک عریضہ لکھا اور خاکسار ایڈیٹر کو دیا کہ حضرت اقدس کے حضور پیش کر دے۔ خود وہ پاس ادب کی وجہ سے یہ جرأت نہ کر سکے۔ حضرت کی خدمت میں وہ پیش کر دیا گیا حضرت نے جو جواب اس پر لکھا وہ مع اصل عریضہ کے ہم ذیل میں دیتے ہیں۔ ایک ..... امر اور بھی قابل ذکر ہے کہ سخا صاحب نے حضرت اقدس کے گرامی نامہ کو نہایت احترام سے لیا اور عرض کیا کہ اس بارگاہ عالی میں میں وہ چیز مانگنے آیا ہوں جو اور جگہ نہیں مل سکتی۔ دنیا اور اسکی سامان بقدر ضرورت بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مولا کریم نے عطا کئے ہیں اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ یہاں اس کا کوئی سوال کروں وہ دوسری جگہ مل سکتی ہے اور اس بارگاہ کو اس سے کیا واسطہ یہاں وہ چیز ملتی ہے جو ابدی ہے "فانی نہیں" جب وہ یہ عرض کر رہے تھے تو انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے خدا کرے کہ وہ اس ملاقات سے بہت بڑا فائدہ اٹھائیں۔ اب ہم وہ تحریریں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

قبلہ و کعبہ مدظلکم العالی

حضور کے پابوس کا از حد شوق تھا الحمد للہ کہ شرف زیارت حاصل ہوا۔ حاجت یہ صرف یہ ہے کہ کچھ ہدایت فرمائی جاوے تاکہ حضوری حاصل ہو اور خدا کی طرف دل لگے۔ اگر اسی پر جواب سے سرافرازی ہو تو یہ ارشاد یہ عزت ہمیشہ حرز جان رہیگی زیادہ حد آداب۔ فقط

عریضہ نظیر حسین سخا دہلوی۔

جواب حضرت اقدس

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

طریق یہی ہے کہ نماز میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں اور سرسری اور بے خیال نماز پر خوش نہوں بلکہ جہاں تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں اور اگر توجہ پیدا نہ ہو تو پنجوقت ہر یک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں ہر ایک رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ اے خدائے قادر ذوالجلال میں گنہگار ہوں اور اسقدر گناہ کی زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہیں ہو سکتا تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تاکہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور نماز میں میسر آوے اور یہ دعا صرف قیام پر موقوف نہیں بلکہ رکوع میں اور سجود میں اور التحیات کے بعد بھی یہی دعا کریں اور اپنی زبان میں کریں اور اس دعا کے کرنے میں ماندہ نہوں اور تھک نہ جاویں بلکہ پورے صبر اور پوری استقامت سے اس دعا کو پنج وقت کی نماز و نیز اور نیز تہجد کی نماز میں کرتے رہیں اور بہت بہت خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں کیونکہ گناہ کی باعث دل سخت ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو ایک وقت یہ مراد حاصل ہو جائیگی۔ مگر چاہیئے کہ اپنی موت یاد رکھیں آئندہ زندگی کے دن تھوڑے سمجھیں اور موت قریب سمجھیں یہی طریق حضور حاصل کرنیکا ہے۔ والسلام۔

۱۶ ر مئی سنہ ۱۹۰۴ء

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احاطہ کچہری میں رونق افروز تھے وقتاً فوقتاً جو کچھ آپ نے فرمایا ہدیہ ناظرین ہے۔ ایڈیٹر

دنیا کی تلخیوں اور عام ناکامیوں پر فرمایا کہ مثنوی میں لکھا ہے۔ ؎

دشت دنیا جز دد و جز دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

فرمایا دنیا کے مشکلات اور تلخیاں بہت ہیں۔ یہ ایک دشت پر خار ہے اس میں سے گذرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے گذرنا تو سب کو پڑتا ہے لیکن راحت اور اطمینان کے ساتھ گذر جانا یہ ہر ایک شخص کو میسر نہیں آسکتا۔ یہ صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی زندگی کو ایک فانی اور لاشے سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے لئے اسے وقف کر دیتے ہیں اور اس سے سچا تعلق پیدا کر لیتے ہیں ورنہ انسان کی تعلقات ہی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی تلخی اسکو دیکھنی پڑتی ہے بیوی اور بچے ہوں تو کبھی کوئی بچہ مر جاتا ہے تو صدمہ برداشت کرنا ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو۔ تو ایسے ایسے صدمات پر ایک خاص صبر عطا ہوتا ہے جس سے وہ گھبراہٹ اور سوزش پیدا نہیں ہوتی جو ان لوگوں کو ہوتی ہے۔ جن کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منشاء کو سمجھ کر اسکی رضا کیلئے اپنی زندگی کو وقف کرتے ہیں وہ بیشک آرام پاتے ہیں ورنہ ناکامیاں اور نامرادیاں زندگی تلخ کر دیتی ہیں *

ایک کتاب میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ایک شخص سڑک پر روتا ہوا چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک ولی اللہ اس سے ملے انہوں نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دوست مر گیا ہے اس نے جواب دیا کہ تجھکو پہلے سوچ لینا چاہیئے تھا مرنیوالے کے ساتھ دوستی ہی کیوں کی؟۔

دنیا عجیب مشکلات کا گھر ہے بیوی بچوں کے نہ ہونے سے بھی غم ہوتا ہے اور اگر ہوں تب بھی مشکلات پیدا ہوتے ہیں ان کے ضروریات کے پورا کرنیکیلئے بعض نادان انسان عجیب عجیب مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے اور صراط مستقیم سے ہٹ کر انکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مال بہم پہونچاتا ہے اور پھر اور مشکلات میں پھنستا ہے۔ ایک فقیر ننگ دھڑنگ جسکے پاس ستر پوشی کے سوا اور کوئی کپڑا تک نہ تھا خوش و خرم کہیلتا کودتا جا رہا تھا کسی سوار نے اس سے پوچھا کہ سائیں صاحب آپ ایسے خوش کیوں ہیں؟ اس نے کہا کہ جسکی مرادیں حاصل ہو جائیں وہ خوش ہوتا ہے یا نہیں۔ سوار نے کہا کہ تیری ساری مرادیں کسطرح پوری ہو گئی ہیں؟

اوس نے کہا کہ جب خواہشیں چھوڑ دیں تو مرادیں پوری ہو گئیں۔

بات بالکل ٹھیک ہے انسان دو طرح ہی خوش ہو سکتا ہے یا تو حصول مراد کے ساتھ یا ترک مراد کے ساتھ اور انہیں سے سہل طریق ترک مراد کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سب زندگی تلخ ہے بجز اس کے جو اس دنیا کی ملونی سے الگ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بادشاہوں نے بھی ان تلخیوں اور ناکامیوں سے عاجز آکر خودکشی کر لی ہے۔

دنیا کی لذت خارش کیطرح ہے۔ ابتداً لذت آتی ہے پھر جب کھجلاتا رہتا ہے تو زخم ہو کر ...

* نیز گورداسپور میں یہ الہامات بھی ہوئے۔ (۱) لا تقبل منہم شہادۃ (۲) حسن بیان (۳) الورود آپکے واسطے آسمان سے اترا ہے ... (۴) سنلقی فی قلوبہم الرعب *

اس میں سے خون نکل آتا ہے یہاں تک کہ اس میں پیپ پڑ جاتی ہے اور وہ ناسور کی طرح بہتا ہے اور اس میں درد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ جہان بہت ہی ناپائدار اور بے حقیقت ہے مجھے کئی بار خیال آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی مردے کو اختیار دیوے کہ وہ پھر دنیا میں چلا جاوے۔ تو وہ یقیناً توبہ کرتا ہے کہ میں اس دنیا سے باز آیا خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو تو انسان ان مشکلات دنیا سے نجات پا سکتا ہے کیونکہ وہ دردمندوں کی دعاؤں کو سن لیتا ہے مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ دعا مانگنے سے انسان تھکے نہیں تو کامیاب ہوگا اور اگر تھک جاویگا تو نری ناکامی نہیں بلکہ ساتھ بے ایمانی بھی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے بدظن ہو کر سلب ایمان کر بیٹھے گا۔ مثلاً ایک شخص کو اگر کہا جاوے کہ تو اس زمین کو کھود خزانہ نکلے گا مگر وہ دو چار یا پانچ ہاتھ کھودنے کے بعد اسے چھوڑ دے اور دیکھے کہ خزانہ نہیں نکلا تو وہ اس نامرادی اور ناکامی پر ہی نہ رہیگا بلکہ بتانیوالے کو بھی گالیاں دیگا۔ حالانکہ یہ اسکی اپنی کمزوری اور غلطی ہے جو اس نے پورے طور پر نہیں کھودا۔ اسیطرح جب انسان دعا کرتا ہے اور تھک جاتا ہے تو اپنی نامرادی کو اپنی سستی اور غفلت پر تو محمول نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ پر بدظنی کرتا ہے اور آخر بے ایمان ہو جاتا ہے اور آخر دہریہ ہو کر مرتا ہے۔

جہاں حضور بیٹھے ہوئے تھے وہاں سامنے ایک آم کا درخت تھا جسکو کچے پھل لگے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر فرمایا۔

دیکھو اس آم کو پھل لگا ہوا ہے مگر یہ کچا پھل ہے اگر کوئی اس کو کھانے ... جاوے اور اسکو ہی اصل مقصد سمجھے تو بجز اس کے کہ اس کو کھانسی سینیان وغیرہ نکل آویں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اسیطرح پر نیم ملاں خطرہ ایمان والی مثال سچ ہے۔ نارسیدہ منزل کا بھی پھل کیطرح ہوتا ہے۔ وہ جو کسی بات کو سنائیگا تو اسے گمراہ کریگا۔ اور اگر خود کریگا تو آپ گمراہ ہوگا خدا تعالیٰ کی راہ میں جبتک انسان بہت سی مشکلات اور امتحانات میں پورا نہ اترے وہ کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فرمایا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اتنی ہی بات پر راضی ہو جاوے کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں۔

ایسے لوگ جو اتنی بات پر اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ یاد رکھیں انہیں کیلئے دوسری جگہ آیا ہے وما ھم بمؤمنین۔

اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا لا تقولوا امنا ولکن قولوا اسلمنا۔ یعنے تم یہ نہ کہو کہ ایماندار

ہو گئے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور اطاعت اختیار کر لی ہے بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کامل ایماندار بننے کیلئے مجاہدات کی ضرورت ہے اور مختلف ابتلاؤں اور امتحانوں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

منشی نظیر حسین صاحب نے سوال کیا کہ میں فوٹو کے ذریعہ تصویریں اتارا کرتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ کہیں یہ خلاف شرع نہ ہو لیکن جناب کی تصویر دیکھ کر یہ وہم جاتا رہا

فرمایا انما الاعمال بالنیات ہم نے اپنی تصویر محض اس لحاظ سے اتروائی تھی کہ یورپ کو تبلیغ کرتے وقت ساتھ تصویر بھیجدیں کیونکہ ان لوگوں کا عام مذاق اسی قسم کا ہو گیا ہے کہ وہ جس چیز کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی اسکی تصویر دیتے ہیں جس سے وہ قیافہ کی مدد سے بہت سے صحیح نتائج نکال لیتے ہیں۔ مولوی لوگ جو میری تصویر پر اعتراض کرتے ہیں وہ خود اپنے پاس روپیہ پیسہ کیوں رکھتے ہیں کیا ان پر تصویریں نہیں ہوتی ہیں؟

اسلام ایک وسیع مذہب ہے اس میں اسلام کا مدار نیات پر رکھا ہے۔ کسی لڑائی میں ایک شخص میدان جنگ میں نکلا جو اتر اتر کر چلتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ چال بہت بری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تمش فی الارض مرحا مگر اسوقت یہ چال خدا تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے کیونکہ یہ اوسکی راہ میں اپنی جان تک نثار کرتا ہے اور اسکی نیت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ غرض اگر نیت کا لحاظ نہ رکھا جاوے تو بہت مشکل پڑتی ہے۔ اسیطرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکا تہ بند نیچے لٹکتا ہے وہ دوزخ میں جاویں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سنکر رو پڑے کیونکہ ان کا تہ بند بھی ویسا تھا آپ نے فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظ مراتب ضروری شئے ہے۔

منشی نظیر حسین صاحب۔ میں خود تصویر کشی کرتا ہوں اس کے لئے کیا حکم ہے۔

فرمایا۔ اگر کفر اور بت پرستی کو مدد نہیں دیتے تو جائز ہے۔ آجکل نقوش و قیافہ کا علم بہت بڑھا ہوا ہے

باوجود اس کے کہ انسان اپنے نفس کے اندر اختیار اور قدرت کا ایک مادہ پاتا ہے مگر پھر بھی وہ الٰہی قدرت کے تصرفات سے باہر نہیں ہے اور اُسے ہر وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام قوتوں اور قدرتوں کا سرچشمہ جو اللہ کریم کی ذات ہے وہ اوس سے قوت طلب کرے اس طلب کرنے میں بھی اُسے خدا تعالیٰ کے فضل کی خاص ضرورت ہے بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ایک ضرورت کو محسوس کرتا ہے جانتا ہے کہ اوس کے لئے دعا کرنی

چاہیئے لیکن باوجود اس علم اور قدرت کے وہ دعا نہیں کرتا اور اُسے اس کے لئے انشراح صدر حاصل نہیں ہوتا بعض لوگ اس باریک سر اور تصرفات الٰہی کو مدنظر نہ رکھکر دعا پر اعتراض کرتے ہیں ان کے ایسے اعتراضات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر دعا اپنے اختیار میں ہوتی تو انسان جو چاہتا کر لیتا اسی لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں دوست یا رشتہ دار کے حق میں ضرور فلاں بات ہو ہی جاویگی بعض وقت باوجود سخت ضرورت محسوس کرنے کے دعا نہیں ہوتی اور دل سخت ہو جاتا ہے چونکہ اس کے سر سے لوگ واقف نہیں ہوتے اسلئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جف القلم والی (یعنی مسئلہ تقدیر جس رنگ میں سمجھا گیا ہے) بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے علم میں سب کچھ ضرور ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ فلاں کام ضرور ہی کر دیوے اگر ان لوگوں کا یہی اعتقاد ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ سب کچھ ہو چکا اور ہماری محنت اور کوشش بیہودہ ہے تو وہ دوسرے وقت علاج کیطرف کیوں رجوع کرتے ہیں۔ پیاس کیلئے ٹھنڈا پانی کیوں پیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کے نزدیک بھی کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

دعا عمدہ شئے ہے اگر توفیق ہو تو ذریعہ مغفرت کا ہو جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ مہربان ہو جاتا ہے۔ دعا کے نہ کرنے سے اول زنگ دل پر چڑھتا ہے۔ پھر قساوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا سے اجنبیت۔ پھر عداوت پھر نتیجہ سلب ایمان ہوتا ہے۔

سخت دل ہر ایک فاسق سے بدتر ہوتا ہے اور وہ خدا سے ابعد ہوتا ہے جو ٹیڑھی راہ اختیار کرتا ہے وہ بلا تلخی دیکھنے کے مرتا نہیں

ہماری خواہش یہ ہے کہ الٰہی تجلیات ظاہر ہوں جیسے کہ موسیٰ نے رب ارنی کہا تھا ورنہ ہمیں تو بہشت کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور شئے کی

ایک رئیس کا یہ خیال سنکر کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ دعا سے مشکل حل ہوتی ہے انکو بہت ہی کمزور کرنیوالا ہے آپ نے **فرمایا** کہ جو دعا سے منکر ہے وہ خدا سے منکر ہے۔ صرف ایک دعا ہی ذریعہ خدا شناسی کا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ اسکی ذات کو طوعاً و کرہاً ماننا جاوے۔ اصل میں ہر جگہ دہریت ہے آجکل کی محفلوں کا یہ حال ہے کہ دعا۔ توکل اور انشاء اللہ کہنے پر تمسخر کرتے ہیں ان باتوں کو بیہودہ کہا جاتا ہے۔ ورنہ اگر خدا سے انکو ذرا بھی انس ہوتا تو اس کے نام سے کیوں چڑتے جسکو جس سے محبت ہوتی ہے وہ پھر پھیر کے کسی نہ کسی طرح سے محبوب کا نام لے ہی لیتا ہے اگر ان کے نزدیک خدا کوئی شے نہیں ہے

تو اب موت کا دروازہ کھلا ہے اسے ذرا بند کر کے تو دکھا دیں تعجب ہے کہ جس قدر اس کے وجود پر امیدیں ہیں اُسی قدر دوسرا گروہ اس سے ناامید ہے اصل میں خدا کے فضل کی ضرورت ہے اگر وہ دل کے قفل نہ کھولے تو اور کون کھول سکتا ہے اگر وہ چاہے تو ایک کتے کو عقل دیسکتا ہے کہ وہ اسکی باتوں کو سمجھ لیوے اور انسان کو محروم رکھ سکتا ہے

طاعون کو سب و شتم کرنا منع ہے کیونکہ وہ تو مامور ہے ہاں خدا سے صلح کرنی چاہیئے کہ وہ اسے ہٹا لیوے۔

شام کے وقت جب مجلس منعقد ہوئی تو منی پور آسام سے ایک ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نیاز حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب پہلے ہندو تھے عرصہ چوبیس سال سے مشرف باسلام ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جان نثار ہیں۔ منی پور آسام میں آپ ہمارے بھائی احمدی حضرت مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین کے ہمراہ رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں علاقہ بنگال وغیرہ کی طرف جہاں جہاں میں رہا ہوں مولوی صاحب جیسا خوش خصال اور فرخندہ حال اور پاکیزہ آدمی نہیں دیکھا۔

۲۔ آج دنکو مولوی محمد علی صاحب ایم اے منیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہو گئی اور درد سر اور بخار کے عوارض کو دیکھکر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھیرا۔ آپ نے نبض دیکھکر انکو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے پھر تھرما میٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے کہ جس سے بخار کا شبہ ہو۔ اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے اسکی کتابوں پر ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان دنوں لوگوں کو اور بعض جماعت کے آدمیوں کو بھی طرح طرح کے شکوک و شبہات پیش آ رہے ہیں اسلئے میرا ارادہ ہے کہ ایک رسالہ لکھکر اصل حقیقت بیعت اور الہامات سے اطلاع دیجاوے کہ جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ بعض لوگ بیعت میں داخل ہو کر کیوں طاعون سے مرتے ہیں

۴۔ فرمایا کہ ان دنوں ایک دفعہ میری بغل میں ایک گلٹی نکل آئی میں نے اُسے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کون ہے جو مجھے ضرر دے سکے اور خدا کے وعدے کو ٹال سکے تھوڑے عرصہ میں وہ خود بخود ہی بیٹھ گئی

مسیح موعود کی تعلیم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اگرچہ شرعی طور پر ان پر کچھ ثابت نہ ہوا لیکن اس کارروائی کے لیے اسی قدر کافی تھا کہ شکی طور پر ان کی نسبت شکایت ہوئی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راست بازی میں ایک روشن نمونہ دکھلاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص ان کے مقابل بول سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت ان لوگوں میں سے نہ تھے جنھوں نے راست بازی کی تلاش میں ہماری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں ان کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ دنیا پر ظاہر کریں گے۔

یاد رہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشانوں کو دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور تا ان کو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راست بازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور ان کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔ اس دفعہ میں وہ چاروں طرف سے سن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھ کو کافر اور دجال اور کذاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لیے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ ان کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لیے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقوے اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ ان میں نہ پائی جائے۔ اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور راست بازوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اس نے دھوکا دیکر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لیے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤد کی نسبت نہیں کہا گیا کہ اس نے ایک بیگانہ عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریا نام ایک سپہ سالار کو قتل کرایا۔ اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارون کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا۔ مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی اور وہ اب تک واپس نہ آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں پر نہیں کیا گیا۔ اس لیے میں تمھیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آ چکی ہیں ہم میں بھی پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جبکہ ہم دکھ دیے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بنا پر میں نے یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا اور میرے لیے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کرے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لیے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں بلکہ جیسا کہ میں تمام ان لوگوں کے لیے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے ایسا ہی میں عام اغراض کی بنا پر بغیر اس کے کہ زید یا بکر کا میرے دل میں تصور ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو اور یہ فقط دعائیہ اشتہار ہے جو خدا تعالیٰ کی شہادت طلب کرنے کے لیے میں لکھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو ۱۹۰۶ء تک ختم ہوں گے ایک ادنیٰ قسم کا نشان ظاہر نہیں ہوگا اور اس طرح پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پائیں گے اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اٹھ جائیں گے۔ میری یہ دعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنجوقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں دعا کرتے ہیں کہ **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم**۔ اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنی ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لیے **چار قسم کے نشان** چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال۔ صدیقوں کا کمال۔ شہیدوں کا کمال۔ صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دور ہو جائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں۔ یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنجوقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے۔ اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس بھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے۔

حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا دیکھو متی باب ۸ آیۃ ۹ پس تم اسی طرح دعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھیراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لیے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لیے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لیے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور سے بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی لینا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے ✻ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا۔ (باقی ہے)

✻ یہ باتیں محض از راہ شفقت اپنی عزیز جماعت کے لیے بطور نصیحت کے ہیں۔ دوسرا کوئی مجاز نہیں کہ کسی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرے ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کرے گا۔ منہ

حضرت اقدس کی چھوٹی اور پرانی تحریرین

(خاص الحکم کے کالموں میں شائع ہوتی ہیں)

"عفو گناہ کی فلسفی"

گناہ کی معافی کا فلسفہ یہ ہے کہ چونکہ انسان خدا کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسلئے اسکا تمام آرام اور تمام خوشحالی صرف اس میں ہے کہ خدا کا ہو جاوے کیونکہ جو سچی خوشحالیاں اس کی سرشت میں خدا کی طرف سے ودیعت ہیں جو ظاہر نہیں ہو سکتیں جب تک وہ اس حقیقی رشتہ کو جو اسکو خدا سے ہے ... تو وہ ... فعل میں لاوے پھر جب انسان خدا سے ... تو اسکی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسا کہ کوئی ان کھڑکیوں کو بند کر دیوے جو آفتاب کی طرف تھیں اور کچھ شک نہیں کہ ان کے بند کرنے کے ساتھ ہی ساری کوٹھڑی میں اندھیرا پھیل جاویگا۔ اور وہ روشنی جو آفتاب سے ملی تھی یکلخت دور ہو کر ظلمت پیدا ہو جاویگی۔ اور یہی ظلمت ہے جو ضلالت اور جہنم سے تعبیر کیجاتی ہے۔ کیونکہ تمام دکھوں کی وہی جڑ ہے۔ اور اس ظلمت کا دور ہونا اور اس جہنم سے نجات پانا اگر قانون قدرت کے طریق پر تلاش کیا جاوے تو کسی کو مصلوب کرنے کی حاجت نہیں بلکہ وہی کھڑکیاں کھول دینی چاہئیں جو ظلمت کا باعث ہوئی تھیں کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ہم درحالیکہ کھڑکیوں کو بند رکھنے پر اصرار کریں کسی روشنی کو پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سو گناہ کا معاف ہونا کوئی قصہ کہانی نہیں جسکا ظہور کسی آئندہ زندگی پر موقوف ہو اور یہ بھی نہیں کہ یہ باتیں محض بے حقیقت اور مجازی نافرمانیوں اور مجازی قصور بخشی کے رنگ میں ہیں بلکہ جب انسان خدا سے اعراض کر کے اس روشنی کے مقابل سے پرے ہٹ جاتا ہے۔ اور ادھر ادھر ہو جاتا ہے جو خدا سے اترتی اور دلوں پر نازل ہوتی ہے تب اس صورت موجودہ کا نام خدا کے کلام میں جناح ہے جسکو پارسیوں نے مبدل کر کے گناہ بنا لیا ہے۔ اور جنح جو اس کا مصدر ہے اسکے معنے ہیں میل کرنا اور اصل مرکز سے ہٹ جانا ہے۔ پس اسکا نام جناح یعنے گناہ اس لئے ہوا کہ انسان اعراض کر کے اس مقام کو چھوڑ دیتا ہے جو الٰہی روشنی پڑنے کا مقام ہے اور اس خاص مقام سے دوسری طرف میل کر کے ان انوار سے اپنے تئیں دور ڈالتا ہے جو اس سمت مقابل میں حاصل ہو سکتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ گم شدہ انوار کسی شخص کے مصلوب ہونے سے پھر مل سکتے ہیں یا ان کے حصول کیلئے قانون

قدیم یہی ہے کہ ہم ان کھڑکیوں کو کھولدیں جو آفتاب کے سامنے ہیں تب وہ کرنیں اور شعاعیں جو بند کرنے سے گم ہو گئی تھیں یکدفعہ پھر پیدا ہو جائینگی سو اسمیں کچھ شک نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک یہی صحیح ہے جو ان کھڑکیوں کو کھولا جاوے تب ہم نہ صرف انوار کو پائینگے بلکہ اس مبدء الانوار کو بھی دیکھ لینگے جسکا نام آفتاب ہے۔ جسمانی قانون قدرت بھی یہی ہے جو ہماری نظروں کے سامنے ہے تم میں سے ایسا شخص کون ہے کہ جب اپنی کوٹھری کے دروازہ کے بند ہونے کی حالت میں اندھیرے اور حبس سے دکھ پاوے وہ کسی کے مصلوب ہونے کا منتظر ہو اور یقین رکھتا ہو کہ یہ دروازے کسی کے سولی دیئے جانے سے کھلینگے۔ اور جب تک کوئی سولی نہ دیا جاوے اندھیرے میں بیٹھا رہے بلکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ ہوا کے رکنے سے تنگ نہیں ہوگا تاہم ایک خوفناک اندھیرے سے تنگ آکر اٹھے گا اور اپنے ہاتھوں ساری کھڑکیاں کھول دیگا۔ تب ساتھ ہی صورت موجودہ جاتی رہیگی۔ اور روشنی اور ٹھنڈی ہوا سے گھر بھر جائیگا۔ اسی کی طرف خدا تعالےٰ نے اشارہ فرما کر کہا ہے۔

من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی و اضل سبیلا ۔ یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہو وہ اس جہان میں بھی اندھا ہوگا یعنے خدا کو دیکھنے کی آنکھیں جسکو اس جہان میں نہیں ملیں اس جہان میں بھی نہیں ملینگی۔ راستباز جو قیامت کو خدا کو دیکھینگے وہ اسی جگہ سے خدا کو دیکھنے والے حواس ساتھ لیجائینگے اگرچہ اس جگہ اللہ تعالےٰ نے صرف آنکھ کا ذکر کیا ہے مگر اشارۃ النص سے کان بھی اسمیں داخل ہیں۔ یعنے جو شخص اس جگہ خدا کی آواز نہیں سنے گا۔ اس جگہ بھی نہیں سنے گا۔ خدا کو جیسا کہ خدا ہے بغیر کسی غلطی کے پہچاننا یہی تمام روشنیوں کا مبدء ہے۔ لیکن جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا پر بھی موت دکھ مصیبت جہالت وارد ہو جاتی ہے اور وہ بھی ملعون ہو کر سچی پاکیزگی اور الٰہی رحمت سے مردود ہو جاتا ہے اور لعنت کے مفہوم کے مطابق خدا اس سے بیزار ہو جاتا ہے کیا ایسے لوگوں کے دلوں پر سچے خدا کی معرفت کا ایک [illegible] بھی پڑا ہے؟ اگر کہو کہ ہمارا مذہب نہیں کہ یسوع کو ہم حقیقی طور پر بدکار اور خدا کی رحمت سے دور اور خدا کے غضب کا مورد اور اسکی نظر عنایت سے گرا ہوا سمجھیں اور ایسا خیال کریں کہ سچ مچ خدا اس سے بیزار ہو گیا تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تمام باتیں لعنت کے مفہوم میں داخل ہیں اور جس نے یہ جائز رکھا ہے کہ یسوع لعنتی ہوا اسکو ضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ لعنت کا تمام مفہوم اس پر صادق آیا۔ اور جس حد تک لعنت کے معنے لغت کی رو سے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام معنے اسمیں پائے گئے سو لعنت کے معنے لغت کی رو سے وہی ہیں جو ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں لعنت کا شیطان وارث ہے پس ہر ایک ملعون واقعی طور پر شیطان ہے پس اگر یسوع ملعون ہے تو ہمیں معاف فرماویں کہ ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ نعوذ باللہ وہ شیطان ہے۔ ہم اسوقت اس بحث کو زیادہ لکھنا نہیں چاہتے اپنے پہلے کلام کیطرف

عود کر کے کہتے ہیں کہ **سچی نجات کا چشمہ بھی خدا شناسی ہے**۔ اور یہ جو فرمایا کہ گناہ کی معافی اس روشنی کے مرکز پر قائم ہو جانا ہے جس سے میل کر کے ادھر ادھر ہو گیا تھا ... اللہ عزّ و جلّ کی لغت میں ہی کیا ہی اتفاق نے برکت رکھی ہے کہ ... ایک لفظ ہی ... کا فیصلہ کر دیتا ہے جس خدا نے گناہ کا نام جناح رکھا اس نے ابتدا سے اسی لفظ کے ذریعہ سمجھا دیا کہ گناہ کی حقیقت اصل مرکز سے ادھر ادھر میل کرنا ہے اور جناح کا ضد توبہ کے مقابل ہے کیونکہ وہ بھی ... **نجات کا مفت ملنا اور اعمال پر فرخنت(?) رکھنا** یہ عیسائیوں کی ایک غلطی ہے انکے فرضی خدا نے بھی چالیس روزے رکھے اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی کوہ سینا پر روزے رکھے تب خدا کی کتاب ملی کیا ان نمونوں سے سمجھ نہیں آتا کہ **دنیا محنت اور مجاہدہ کا مقام ہے**۔ جسقدر دنیا میں مفت خورے ہیں حقیقت میں سب بدمعاش ہیں مثلاً اول درجہ کے چور مفت خورے ہیں پھر ڈاکو اور ٹھگ اور راہ میں خیانت کرنیوالے اور رشوت لینے والے تمام نیکوں کو راستبازی کی ... عمل کے بعد ملتی رہی ہیں۔

یہ بات غور کے قابل ہے اور عیسائی اسکو مانتے ہیں کہ خدا بدی سے اسقدر بیزار ہے کہ ایک بدی کا عوض دائمی جہنم ہے۔ پھر جبکہ بدی سے وہ اسقدر بیزار ہے تو اس کے عدل کا تقاضا ہونا چاہئے کہ وہ نیکی سے بھی اسیقدر راضی ہے یعنے اس کی نیکی کا عوض بھی دائمی جنت رکھا ہو۔ پس اس صورت میں تو **نیکی بدی کا کفارہ** ٹھہر گئی ہے نہ کسی اور کا مرنا کیا اگر کوئی شخص درد سر سے بیتاب ہو تو کوئی اور اپنا سر کسی پتھر سے پھوڑ لے تو اس سے اس کا درد سر جاتا رہیگا! کبھی نہیں پس جب ایک انسان بدی کرنے کے بعد ایسی نیکی بجا لایا جسکا عوض دائمی جنت ہے تو ضروری ہے کہ پہلی بات موقوف ہو کر دوسری بات قائم ہو جاوے ورنہ خلاف عقل ہوگا۔ اسی کے مطابق خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان الحسنات یذھبن السیئات یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہ سکتے ہیں کہ بدی میں خدا تعالیٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے کہ وہ جہنم تک پہونچاتی ہے تو عدل کا ضرور یہ تقاضا چاہئے کہ نیکی میں بھی اسکے مقابل پر ایک خاصیت ہو سو وہ یہی ہے کہ وہ جنت تک پہونچاتی ہے۔ مثلاً کھڑکیوں کا بند کرنا ایک بدی ہے جسکی لازمی تاثیر یہ ہے کہ کوٹھڑی میں اندھیرا پھیل جاوے پھر اسکے مقابل یہ نیکی بھی ہے کہ وہ گم شدہ پھر واپس آجاوے یا بتبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ **عذاب ایک سلبی چیز ہے** اور خوشحالی ایک **امر ایجابی** اور سلب اور ایجاب میں کوئی امر درمیانی نہیں ہوتا۔ پس جیسا کہ ظلمت عدم وجود روشنی کا نام ہے ایسا ہی عذاب عدم وجود خوشحالی کا نام ہے مثلاً بیماری اس حالت کا نام ہے کہ جب بدن مجری طبعی پر نہ رہے سو جب **انسان کی روحانی حالت مجری طبعی سے ادھر ادھر کھسک جائے اسی اختلال کا نام عذاب ہے**۔ پس جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پیر اپنے محل سے اتر جاوے اسوقت درد شروع ہو جاتی ہے اور یہ درد کہیں باہر سے

نہیں آتی بلکہ اس عضو کے اترنے کا لازمہ پڑی ہوئی ہے ایسا ہی عذاب کی حالت ہے کہ وہ باہر سے نہیں آتا اور گو وہ خدا کا فعل ہے جیسا کہ اگر کوئی سم الفار کھا لے خدا اسکو مار دیتا ہے اور اگر آتشک زدہ عورت کے پاس جاوے تو خدا اسکو آتشک کر دیتا ہے اور جبکہ یہ بات ثابت ہوئی کہ عذاب صرف ایک سلبیہ ہے یعنے جو سچی خوشحالی سے دور ہو کر ایک حالت پیدا ہوتی ہے وہی عذاب ہے۔ قرآن شریف سے بار بار ... میں سے یہ ایک ... ہے جسکی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے۔

نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ یعنے عذاب جہنم خدا کی ایک آگ ہے جو دلوں پر بھڑکتی یعنے اندر سے ہی نکلتی ہے **پس ایسی حالتیں** کہ عذاب ایک سلبی امر ہے یہ لازم آتا ہے کہ امر ایجابی پیدا ہونے سے وہ عذاب اٹھ جاتا ہے کیونکہ قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ ہمیشہ امر سلبی امر ایجابی سے دور ہو جاتا ہے اور کسی تیسری شے کی حاجت نہیں پڑتی مثلاً کھڑکیوں کو بند ہونے سے جو اندھیرا ... ہو جاتا ہے اسکا ... علاج کافی ہے کہ پھر کھڑکیوں کو کھول دیا جاوے +

اس صورت میں ہر ایک کو صاف سمجھ آ جائیگا کہ گناہ اور معافی گناہ کی فلاسفی کیا ہے کہ گناہ ایک **امر سلبی** ہے یعنے وضع طبعی سے ادھر ادھر ہو جانا اور معافی گناہ بطور **استرداد صحت زائلہ** کے ہے یعنے کھوئی ہوئی صحت کو اپنی حالت پر لانا۔ اور کھسکے ہوئے عضو کو ایسی جگہ پر رکھنا جہاں سے وہ کھسک گیا تھا سو جسطرح **جناح کے معنے ہیں** مرکز طبعی سے میل کرنا ایسا ہی اسکے مقابل پر توبہ کے یہ معنے ہیں کہ **مرکز طبعی کی طرف میل کرنا** یہ دونوں لفظ مقابل پر پڑے ہیں اس تقابل کو خوب یاد رکھنا چاہئے۔ اور یہ دونوں لفظ نہایت قابل قدر ہیں کہ اصل حقیقت کو دکھلاتے ہیں اور گناہ اور معافی گناہ کی سچی فلاسفی بتلا رہے ہیں۔ ... علیٰ ذالک +

نوٹ :- عیسائیوں کی خیال میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ عذاب الٰہی اس انسان کے عذاب کی مانند ہے جو نافرمانی سے چڑ کر مارتا ہے اور جس نے اپنے نفس پر فرض کر رکھا ہے کہ کبھی قصور سے درگذر نہ کرے ... اور اس کی اس خصلت سے مخلصی حاصل کرنے کیلئے بجز اس کے اور کوئی طریق نہیں کہ اسی کا بیٹا گنہگاروں کے گناہ معاف کرانے کیلئے اپنے تئیں سولی پر چڑھا دے تا اسطرح سے باپ قصاب کی منتقمانہ عادت بھی پوری ہو جاوے اور دوسرے لوگ بچ جاویں اور کچھ شک نہیں کہ قرآن نے اس تعلیم سے اختلاف کیا ہے اور صاف طور پر فرمایا ہے کہ جسطرح بدی میں یہ خاصیت ہے کہ خدا سے دور ڈالتی ہے اسیطرح نیکی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ پھر خدا کے پاس لے آتی ہے۔

حضرت حکیم الامت کا دوسرا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں قسم قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور حضور قلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لئے کیا کیا جاوے؟ اس کا علاج بھی نماز ہی ہے کثرت کے ساتھ بے ذوقی اور بے حضوری سے بھی جب نمازیں پڑھتے رہیں گے تو اسی بے حضوری سے حضور اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جائیگا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ گھبرانا نہیں چاہیئے اور تھک کر اس کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ جو مطالب پیش کرتے ہو اور جو کچھ پڑھتے ہو اسکو سمجھکر پڑھو پھر حضور پیدا ہونے لگے گا۔

نماز کے عجائبات میں سے اجتماع بھی ہے اس لئے حتی الوسع نماز کو باجماعت ادا کرو۔ ہماری جماعت کیلئے ایک قسم کا ابتلا کا زمانہ ہے بعض کم فہم اور مساجد کے اغراض سے ناواقف لوگ ہماری مخالفت میں یہانتک بڑھ گئے ہیں کہ اپنی مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کچھ عیسائی آئے تھے اور آپنے اپنی مسجد میں انکو اپنے طریق پر گرجا کر لینے سے منع نہیں فرمایا اور یہ زمانہ ہے کہ ذرا سے اختلاف کیوجہ سے مسجدوں سے نکال دیتے ہیں اور اس اخراج میں اسقدر غلو ہے کہ بعض دفعہ ان لوگوں نے مسجدوں کے فرش اکھیڑ وا دیے ہیں اور ان کو دھلوایا ہے۔ مسلمانوں کی اس قسم کی حالت بتلاتی ہے کہ اس وقت ایک امام کی ضرورت ہے مگر یہ بیمار قوم اپنے دردمند طبیب اور شفیق غمگسار کو دشمن سمجھتی ہے اور اسطرح اس کے فیوض و برکات سے بے نصیب ہو رہی ہے۔ آہ! يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

غرض

نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اس کیلئے مسجدوں کا انتظام ہونا چاہیئے۔ میرے دوست میری اس عرض کو غور سے سنیں اور بدگمانی کی نظر سے نہ سنیں میں سچ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ درد دل سے کہتا ہوں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پر ایمان رکھ سکتا ہوں بعض لوگوں کو جب کہا گیا ہے کہ تم اپنے شہر میں مسجد بنالو تو وہ کہتے ہیں کہ چندہ کرا دو تا کہ مسجد بنالیں۔

میں نے نہیں کہا ہے کہ مسجد کی بہت بڑی ضرورت ہے لیکن نفس العمل یہ ضروری بات نہیں ہے۔ کہ کوئی عظیم الشان عمارت ہو تم سیدی سادی کوئی عمارت اگر ممکن ہو بنالو۔ ورنہ چبوترہ ہی سہی اور اس پر چھپر ڈال لو۔ دیکھو ہمارے محمود کامل صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام مدینہ طیبہ میں ہی مسجد کی بنا تھی مگر اس کے لئے کوئی بہت بڑا اہتمام اسوقت نہیں کیا گیا۔ معمولی کھجور کے تنوں کی چھت ڈال لی گئی یہانتک کہ بارش میں وہ مسجد اسقدر ٹپکتی کہ صحابہ کے کپڑے لت پت ہو جاتے۔ وہی مسجد گو آج عظیم الشان مسجد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی بنا تو ضروری سمجھی مگر اسکی عالیشان عمارت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اسیطرح جیسا دنیوی تاریخ میں ایک عظیم الشان مسجد بنائی گئی جو اللہ تعالےٰ کا گھر کہلایا بیت الحرام اس کا نام رکھا گیا جو ان اول بیت وضع للناس کا مصداق ہوا۔ ہاں جو خدا تعالےٰ نے مکہ کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت قرآن کریم کی سچائی کا زبردست نشان ہے وہ مسجد جہاں روئے زمین کے مسلمان کھنچے چلے جاتے ہیں۔ وہ مسجد کعبۃ اللہ کی مسجد ہے اب غور کرو کیا ان دونوں مسجدوں کے لئے بنانے والوں نے اس وقت چندوں کی فہرستیں کھول تھیں؟ نہیں کعبہ کی بنا کے لئے خدا تعالےٰ نے دو برگزیدہ بندے باپ اور بیٹا خود ہی مستری معمار اور مزدور تھے۔ وہ سمان کیسا عجیب ہوگا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل اس مسجد کو بنا رہے تھے۔ جس اخلاص و غرض کیلئے انہوں نے بنیادی پتھر رکھا ہوگا اس کا ثبوت اس قبولیت اور رجوع سے ملتا ہے جو اس مسجد کو حاصل ہوئی۔ اسی جگہ وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا۔ جو کل دنیا کے لئے "رحمۃ للعالمین" ہو کر آیا۔ جسکی رسالت کا دامن قیامت تک دراز اور جو خدا تعالیٰ کی کامل شریعت کا لانے والا ٹھہرا۔ اور وہ وادی غیر ذی زرع آخر ام القریٰ کہلائی اور دنیا کی ناف اسکو کہا گیا۔ اس میں اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ جب تک انسان تاریکی کے اندر رہتا ہے اور پیٹ میں ہوتا ہے ساری غذا اسکو ناف ہی کے ذریعہ پہنچتی ہے اور اس کی پرورش ہوتی ہے اور پھر آخر وہ ایک عجیب راستہ سے پیدا ہوتا ہے اور ایک عظیم الشان فضا کے نیچے آتا ہے۔ اسیطرح جب دنیا ایک خطرناک ظلمت میں مبتلا تھی اس وقت توحید کا دودھ مکہ کی ہی ناف سے نکلا ہے۔ اور جبتک انسان اس دودھ سے پرورش نہیں پاتا۔ وہ جنم لینے کے قابل نہیں ہوسکتا۔

غرض وہ عظیم الشان مسجد تھی اس کا بنانا کوئی مشکل کام اس وقت نہیں سمجھا گیا باپ بیٹے نے مل کر اسکو بنالیا۔ اور وہ دوسری مسجد جو اس کے لئے فرض تھی یعنے مسجد نبوی وہ بھی ایک معمولی سے باپ اور بیٹوں نے بنائی کیونکہ اللہ تعالےٰ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو امہات المومنین قرار دیتا ہے اس حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باپ تھے اور صحابہ آپ کے فرزند تھے۔ اس مسجد کو صحابہ کے ساتھ مل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنالیا۔ اور ساری دنیا اسکی متوالی ہوگئی۔

اس زمانہ میں بھی میں اس قسم کی مسجد کا ایک نمونہ دکھاتا ہوں۔ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مسجد بنائی ہے زمین نہیں ملی تو اوپر چھت کے ہی بنالی ہے۔ بات کیا ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کیواسطے ہوتی ہے وہ بابرکت ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہو تو کچھ نہیں بنتا۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ لاہور امرتسر میں کتنی بڑی بڑی مسجدیں ہیں۔ لاہور میں شاہی مسجد اور وزیر خان کی مسجد موجود ہے کیا وہ مسجدیں ایسا متوالا اور پروانہ بنا سکتی ہیں۔ جو مکہ اور مدینہ کی مسجد بنا سکتی ہے یا ہماری چھوٹی سی مسجد۔ غرض جس جس جگہ ہمارے بھائی رہتے ہیں تو سب سے مقدم اور ضروری کام کم از کم ایک چھوٹی سی مسجد ہے جیسی ممکن ہو بنالو۔ اگر سستی کروگے تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ غرض پہلی بات نماز ہے نماز پانچ وقت احباب کو جمع کرتی ہے یہ تو اسکی ظاہری خوبی اور حسن ہے نماز ہی کی خوبی ہے کہ ساری گاؤں کے لوگ ایکدن جمع ہوتے ہیں اور نماز ہی کی خوبی ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔ نماز ہی کی خوبی سمجھ کر تم آئے۔ یہاں آنے کی یہ غرض نہیں ہونی چاہیئے کہ یہاں جلسے ہونگے تقریریں ہوں گی۔ یہ تو ایک قسم میلے کی ہی صورت ہے۔ نہیں بلکہ یہاں آنے کی غرض وہی ہو جو حق سبحانہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ وحدت ہو۔ اخوت ترقی کرے اور اصلاح نفس ہو۔ ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا یہ نہیں فرمایا احبابا اس میں کیا سر ہے وہ سر مجھے یوں سمجھ میں آیا۔ کہ محبوب میں رنج نہیں ہوتا۔ بھائیوں میں رنج بھی ہو جاتے ہیں کبھی کسی قصور فہم سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اور ناراض ہوگیا۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ فضل الٰہی سے ہی اخوان بن سکتے ہیں اپنی کوشش اور محنت سے کچھ نہیں ہوتا پس اگر کسی سے کوئی غلطی یا کمزوری ہو جاوے تو اخوت ہی کے رنگ تک رکھو۔ یہاں آنے کی ایک بڑی غرض یہی رکھو کہ تمہارے تعلقات باہم مضبوط اور اعلےٰ ہوں اور خدا تعالےٰ کی رضا مقصود ہو۔ جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں پر غور کرو۔ کہ انہیں کیا جا تا گیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی مربع مل جاوے۔ نہیں بلکہ انکی ساری دعائیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی ہیں۔

غرض

یاد رکھو کہ اجتماع پر اللہ تعالےٰ کا فیضان نازل ہوتا ہے۔ اس وقت ایک تعارف پیدا ہوتا ہے۔ ایک خدمت کا شریک ہوتا ہے جتنا خرچ کیا۔ کچھ تھوڑا آرام چھوڑا۔ سچے اغراض کے یہ غرض ہی ہو سکتی ہے کہ [illegible] میں احباب جدا ہوتے ہیں ... اغراض لورا سوالی کو خرچ کرنے میں مشکلات بھی پیش آتی ہیں تو اس میں کوئی شبہ اور کلام نہیں ہو سکتا کہ جب ہم یہ سب کچھ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کے مامور اور شکور خدا کی طرف سے قدر بڑھتی ہے۔ اور یہ ایک مزدوری ہوتی ہے۔ جیسا عظیم الشان اجر ملنے والا ہوتا ہے اعلیٰ دعاؤں سے حصہ ملتا ہے جو خدا تعالےٰ کا مامور خصوصیت کے ساتھ ایسے موقع پر مانگتا ہے کیونکہ وہ سب جو اسوقت موجود ہوتے ہیں ان دعاؤں میں شریک ہوتے ہیں۔

پس

ایسے موقعوں پر آنا چاہیئے۔ لیکن پاک اغراض اور رضاء الٰہی کے مقصد کو ملحوظ رکھکر نہ کسی اور غرض اور خواہش سے + باقی آئندہ۔

جس مہدی کو لوگ مانتے ہیں وہ شکی ہے اور اس کی نسبت احادیث میں بہت تعارض ہے لیکن ہمارا دعوےٰ اس مہدی کا ہے جس کی نسبت کوئی شک نہیں۔

خدا بڑا رحیم کریم ہے اگر لوگ راتدن تضرع کریں خیرات اور صدقات دیں تو شاید وہ رحم کرکے اس عذاب سے ان کو نجات دے۔ اگر جماعت متفق ہوکر تضرع کیطرف متوجہ ہو تو اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارا آخری حصہ عمر کا ہے اور ہمیشہ تجربہ ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ ہی غالب ہوتا ہے وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ یوسف علیہ السلام کا قصہ ہی دیکھو کہ سب بھائی مصیبت زدہ ہو کر اسی کے سامنے پیش ہوئے ہیں لیکن اسے شناخت نہیں کر سکتے اگر یہ ہمارا سلسلہ ایک انسانی کاروبار ہوتا تو سب سے اول بیزار ہونیوالا اس سے میں ہوتا مگر جبکہ اس کے قدم قدم پر خدا کا الہام ہوتا ہے تو معلوم ہوا یہ اسی کی طرف سے ایک امر ہے۔

فرمایا ہمارا جہ بھری کو اسدن غم ہوتا تھا جسدن خدا کی راہ میں انہیں کوئی غم نہ ہوتا۔ مومن کسی نہ کسی ابتلا میں ضرور رہتا ہے۔ ~~

یارب چھیڑ چلی جائے اسد
نہ سہی وصل تو حسرت ہی سہی (از ملفوظات)

خطبہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں

پھر بہت بڑا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق تھا۔ ان لوگوں کا تو ذکر ہی چھوڑ دو جو سرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی کے قائل نہ تھے میں ان لوگوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں انہیں سے ایک گروہ تو ایسا نکلا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر خود امیزاد کر لیا اور اپنی ایک جدید شریعت قائم کر لی گو زبان سے ہیں مگر عمل سے خود قسم قسم کے وظائف اور اوراد سیفیاں اور کیا کیا تکبیر نکالے اور ان میں یہانتک منہمک ہوئے کہ وہ اصل شریعت پس پشت ڈالدی گئی۔ عبادت کے طریقے ہی نئے نئے ایجاد کر لئے گئے اور یہ ترمیم و تنسیخ عملی یہانتک پہونچی کہ ایک نئی شریعت نظر آ رہی ہے جو میری اس بات کو مبالغہ اور خیالی سمجھتا ہے اسے چاہیئے کہ سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں اور دوسری قسم کے فقرا کے ملکر دیکھے کہ ان کے معمول کیا ہیں۔ پھر ان لوگوں میں جو علماء کہلاتے ہیں ان کی باہمی اختلاف پر نظر کرکے اور بھی حیرت ہوتی ہے اور اصل شریعت کا پتہ لگانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

ان باتوں کو چھوڑ کر ایک اور عظیم الشان غلطی کو یا اوس کا نام کہو اور رکھو پیدا ہو چکی تھی وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق وہ لوگ جو آپ کو باوجودیکہ سچا نبی مانتے ہیں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ معاذ اللہ مر گئے ہیں اور مردہ رسول ہیں اگر مونہہ سے نہیں کہتے تھے تو عمل سے بتاتے تھے کہ آپ مر چکے ہیں بلکہ میں درد دل سے کہتا ہوں اور یہ الفاظ کہتے ہوئے زہرہ گداز ہو جاتا ہے کہ وہ آپ کو عملی طور پر معاذ اللہ ابتر مانتے تھے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کے فیوضات و برکات کا سلسلہ آپ ہی پر ختم ہو گیا اور آئندہ نور نبوت سے کوئی حصہ لینے والا آپ کی تعلیم سے مزکی اور معلم ہونیوالا نہیں ہے۔ یہ کسقدر اندھیر اور ظلم کی بات ہے کہ وہ ہادی کامل اور کامل انسان جو دنیا کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا جسکو ہم نذیر سراج منیر اور ہادی مانتے ہیں

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔

وہ نبی جسکی نبوت کا دامن قیامت تک دراز ہے اس کے اعجاز و خوارق ایک محدود زمانہ تک آکر ختم ہو گئے۔ اور یہ سلسلہ آئندہ کے لئے بند ہو گیا کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو تسلیم کریگی اور اسے ماننے پر طیار ہو جائیگی۔

کوئی شخص ثبوت نہیں دیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اس معیار پر ثابت کرے جو حضرت عیسے کو تو آسمان پر زندہ تسلیم کیا جاتا ہے اور اسطرح پر آنکی زندگی اور نبوت پر ظل تا حال جاری چلا یا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل ہیں کوئی انصاف سے کہے کہ جب حضرت مسیح کا یہ قول ہو مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

اور ابھی تک وہ زندہ ہی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے جبتک حضرت عیسیٰ کی زندگی کا خاتمہ نہ ہو اسوقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت نہایت مشکوک نظر آتا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ کامل انسان جس نے آکر اس راز سربستہ کو کھولدیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے روشن اور بین دلائل دنیا کے سامنے رکھدیئے۔ اور ثابت کر کے دکھایا کہ آپ زندہ نبی ہیں۔

جسطرح پر آپ کے وجود سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملا۔ اسیطرح پر آپ کے وجود ہی سے سلسلہ نبوت کی گواہی ملی اور خود آپ کی ذات پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت کامل ٹھہری۔ آپ نے اپنے ذاتی تجربہ اور وجود سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی کامل تعلیم کا نمونہ یہ ہو سکتا ہے اور اس تعلیم پر عمل کرنے سے یہ ثمرات اور نتائج ملتے ہیں حقیقت میں اس زمانہ کے لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے تسلیم کرنے کیلئے کیا حجت اور دلیل ہو سکتی تھی اگر یہ نہ آیا ہوتا۔

نری دلیل بازی اور منطقی بحثیں اس کیلئے کافی نہیں کیونکہ دوسرے مذاہب والے بھی اپنے مفید مطلب بہت سی دلائل منطقی توجیہیں کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ پھر کیا گذشتہ معجزات اور خوارق کوئی اثر پیدا کر سکتے تھے؟ کبھی نہیں کیونکہ دوسرے لوگ ہندو اور عیسائی بھی اس امر میں پیچھے نہیں رہے ہوئے۔ ان کے ہاں بھی بہت سے معجزات اور خوارق کی داستانیں اور کہانیاں موجود ہیں اگر صرف روایت پڑھکر سنا دینا ہے تو بتاؤ کہ ان کے رد کرنے کی دلیل کیا ہے؟

مگر نہیں اس خدا کی حجت و آیت نے جو رسالت محمدیہ علیہ التحیۃ والتسلیم کے لئے داستانوں اور کہانیوں پر انحصار نہیں کیا اس نے تازہ بتازہ نشان اور آیات خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے دنیا کے سامنے پیش کیئے۔ اور یہ قرار دیا کہ یہ آیات اور نشانات صرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے ملتے ہیں۔ اور اسطرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور اسلام کا بول بالا کیا۔

کیا اس سے بڑھکر اور کوئی ثبوت اسلام کی سچائی۔ قرآن کریم کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ہو سکتا تھا اور اس تعلیم کے ثمرات اور نتائج کا زندہ نمونہ پیش کر دیا اور دوسرے تمام مذاہب ملل کے داعیوں اور لیڈروں کو جو اسوقت موجود ہیں چیلنج کیا کہ اگر تم میں اپنی تسلیم کی سچائی اور خوبی کا کوئی ثبوت ہے تو اس کے ثمرات اور نتائج کو پیش کرو تاکہ دنیا پر کھل جاوے کہ کس مذہب کے اختیار کرنے سے یہ نتائج حسنہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور وہ نتائج اور ثمرات آئندہ زندگی کے وعدوں اور سچائیوں پر گواہ ہوں اور کوئی اس کے مقابل نہیں آتا۔ کاش اگر مسلمانوں کو اس عشق اور محبت کی کیفیت پر اطلاع ہوتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے دل میں ہے اور جس کے لئے وہ روکیا جاتا ہے تو آج اس کے خاک پا کو سرمہ دانیوں میں ڈالکر دور دراز میں لے جاتے۔

جب ہم اس غیرت اور جوش پر نظر کرتے ہیں جو وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھتا ہے اور اسکی اس تڑپ اور اضطراب کو دیکھتے ہیں جو اسلام کو غیروں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کیلئے اسکے دل میں ہے اور جو اپنے عمل سے دکھا رہا ہے اور پھر اس کے مقابل قوم کے سلوک پر خیال کرتے ہیں تو جگر خون ہو جاتا ہے کہ کیا یہ انسان اس قابل تھا کہ اس کو گالیاں دی جاتیں ہر طرح سے اسکو ستانے کے منصوبے کئے جاتے اسکی راہ میں سانپ اور بچھو چھوڑے جاتے اور پتھر ڈالے جاتے! اور پھر کس گناہ پر گناہ؟ صرف یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق اور خادم ہے اور اسکی غلامی پر ناز اور فخر کرتا اور اپنی ساری کوشش اور ہمت اس کے لئے صرف کر رہا ہے کہ دنیا کو منوا دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔

ناقدر شناس قوم! خدا سے ڈر تو نے کس پر ہتھیار باندھے ہیں ذرا سن رکھ وہ کیا کہتا ہے۔

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغبان بترس کہ من شاخ مثمرم

ناعاقبت اندیش قوم! عاشق احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شیریں بیان ہزار داستان پر تو حملہ کرتی ہے دیکھو اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا میں پھر پوچھتا ہوں کہ اسے مخالفت کرنیوالو! بتاؤ تو سہی کہ کیا اس امر پر کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ ثابت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہیئے تھا۔

کیا مسیح کی موت سے انکی جاہ اور بڑھتی تھی؟ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور سب سے بڑھکر خدا تعالیٰ کی عزت و جلال کے لئے ضروری تھا کہ وہ ابن آدم جو خدا کے عرش پر بٹھایا گیا ہے مارا جاتا اسکی موت اسلام کی زندگی ہے۔ اگر تم اسلام کی زندگی سے خوش نہیں ہو سکتے تو نہ ہو۔ وہ اب مر چکا اور دنیا کے عقلمند اور آئندہ نسلیں اسکی زندگی کی قائل نہیں رہ سکتیں اور اسکی موت اور اسلام کے احیاء کا فخر اسی پہلوان کو ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں سچ کہتا ہوں کہ کتنی منت ہے اسکی مسلمانوں کی گردن پر کیونکہ اس نے زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب ثابت کر کے دکھا دی پس مبارکی ہو تجھ کو اے مسیح کہ تو کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد قرآن شریف کا مسئلہ تھا مسلمان اس کو ایک کتاب مانتے تھے بلا تنقیح اسی رنگ و حیثیت کی کتاب جیسے توریت انجیل اور وید پہچان کو ماننے والے مانتے ہیں۔ عام مسلمان۔ صوفی۔ متکلمین اس زمانہ میں اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی فرق نہیں بتاسکتے تھے اور کوئی امتیاز اس اور دوسری کتابوں میں نہیں دکھا سکتے تھے نری تقریروں اور لفاظیوں میں ہر ایک شخص اور ہر ایک اہل مذہب اپنی اپنی کتاب کے لئے بہت کچھ کہہ سکتا اور تقریریں کر سکتا تھا۔ مگر وہ عظمت اور شوکت جو کتاب اللہ کی ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے کوئی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن شریف کو دوسرے اہل ملل کیطرح اپنی تقریروں اور وکالتوں کا محتاج سمجھتے تھے اور خود قرآن کریم کو نقلی کتاب تصور کئے بیٹھے تھے لیکن اس خدا کے مسیح نے آکر یہ دکھایا کہ قرآن شریف ہمارے دلائل اور وکالت کا محتاج نہیں وہ ہر ایک امر میں خود ہی دعوے پیش کرتا ہے اور خود ہی اس دعوے کی دلیل پیش کرتا ہے وہ ہماری کسی تقریر یا دلیل کا محتاج نہیں وہ ہر ایک ناطق کلام ہے۔ اور پھر اوس نے دکھایا کہ قرآن شریف میں کیسی برکت ہے کہ یہ زندہ کتاب ہے اور اس پر چلکر خدا کی نصرت اور برکات حاصل ہوتے ہیں۔

باقی آئندہ

مکر اللہ | مکر اللہ کے یہی معنے ہیں کہ انسان کی باریک بد باریک تدابیر اور تجاویز پر آخر کار خدا کی تجاویز غالب آجاویں اور انسان کو ناکامی ہو۔ اگر کوئی کتاب اللہ سے اس فلاسفی کو نہیں مانتا تو دنیا میں ہی اسکی نظیر موجود ہے اور اسکے اسرار یہ ہی نہ ہی میں سچ رکھی یا رکھیے باریک تدابیر کی نیچے ایسا کام لیا تھی حفاظت کرتے لیکن گورنمنٹ جو تجاویز باریک در باریک اسکی گرفتاری کی رکھتی ہیں اور وہ غالب آجاتی ہیں تو خدا کیونکر غالب آ دے۔ از ملفوظات

نظم

از جناب محمد ابراہیم بن موسیٰ خان (کراچی)

اے دولت سنگ و خشت بنیاد | شد ہے برہمن و دیوانہ بیشہ
مرد یکرنگ شو دل از رنگ چیست | دین احمد گزین فرنگی چیست
تا بکے محو حرف ہر واہی | غافل از سر صبغۃ اللہی
ہر کرا نور چشم حق بین داد | صبغۃ اللہ رنگ این دین زد
دیدۂ چشم تو خیر مے بیند | بہتر از صاف تیرہ بیند
زانکہ خفاش از ضعف بصر | در خور افتادہ وقت شام و سحر
کو ندارد نور مہر کم تابد | ظلمت و روشنی ہم تابد
ہوا ہوا صلاح بینش فرو کن | پس تماشاے نور احمد کن
شمع دانش کہ دل فروز بود | در خوری سخت تیرہ سوز بود
تو این شمع تیرہ سوز منال | جز بخورشید نیمروز مناز
چیست خورشید با تو گویم فاش | آنکہ پوشیدہ گشت بر خفاش
یک جہان دل بنور او معمور | لیک محجوب یا نگل مستور
مشرقش اوست تا دیان جہان | نہ کہ عین حمقہ اے نادان
آفتاب است اسپہر خوش ساست | بر تر از اوج ماہ و مہر و کمست
من بجون جگر شناختمش | تا بجان قبلہ گاہ ساختمش
دل در بند خواب و خور باشی | بہرت آن بہ کہ بے خبر باشی
زانکہ این از لوازم خاک است | خاکیان را حجاب افلاک است
تو و عصیان و ما و کما و دست | ہر کسے آن کند کہ لائق اوست
غافلان زانکہ سر و سلطان | دعوے فہم راز اہل حق
در مباحث سرستیز کشی | حلق خود را بہ تیغ تیز کشی
باکہ داری سقاہ ہشدار | یا مسیحاے احمد مختار
راہ عرفان حق نکو سہل است | ہر کہ سہلش شمرد نا اہل است
شنیدی کہ آن زمو باریک | ہست و تیرہ تر از شب تاریک
پس چنین دان کہ نیست ما مورش | تانہ پنداری از خدا دورش
عجز و زاری است مطلب اینجا | پاے بگذار و بسر اینجا
چیست با شوخی غرور رجیم | سر بلیطیع ابراہیم

قدیم روسیوں کا مذہب اور ان کا عیسائی ہونا

زمانہ قدیم میں روسی بھی اس زمانہ کی تمام آریا اقوام کی طرح بت پرست تھے اور بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کے لیے قربانیاں کرتے اور بھینٹیں چڑھاتے تھے ان کے دیوتاؤں میں چھ بہت مشہور و معتبر سمجھے جاتے تھے۔ پہلا۔ پیرون جو برق و باد و جنگ و صلح کا دیوتا تھا۔ دوسرا واجد بوگ تھا جسکو معبود الشمس کہنا چاہیے۔ تیسرا۔ ڈیڈلادو یعنی رب النور۔ چوتھا۔ ڈومووئی۔ الہ الارض۔ پانچواں۔ وودیانوئی۔ خداوند آب۔ چھٹا۔ کی شی جو ہرج و مرج کا مالک مانا جاتا تھا۔ سال کے بعض ایام مقرر تھے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ ان معبودوں کی پرستش ہوتی تھی اور یہی دن روسیوں کا تہوار سمجھے جاتے تھے۔ دسویں صدی عیسوی تک روسی اسی مذہب کے پابند رہے اور آخر کار اسی صدی میں تمام یورپ کے بعد روسی بھی نصرانی ہو گئے۔

جس زمانے میں کہ آفتاب اسلام چمک رہا تھا۔ اور اسکی فتوحات کی روشنی انتہائے ایشیا کے تاریک کونوں میں رہنے والوں کی آنکھیں خیرہ کر رہی تھی۔ روسی اور صقلبی دونوں بالکل وحشی اقوام تھیں۔ جن کے افراد بطور غلاموں کے بغداد و بصرہ۔ دمشق وغیرہ بڑے شہروں کے بازاروں میں بکتے نظر آتے تھے۔ اور عام طور پر صقالبہ بردے کہلاتے تھے۔ یہی غلام خلفاء کے خادم بنتے۔ اور فوجوں میں بھرتی کیے جاتے تھے۔ انہیں میں بہت سے خواجہ سرا بھی ہوتے تھے اور حرم سراؤں میں معمولی خدمتیں کرتے تھے۔

اسلام کی برکت سے ان قوموں کے ہزاروں غلام آزادی پاکر خلفاء کے اعوان و انصار خاص بن گئے۔ اور اعلیٰ مدارج ملکی و مالی تک پہونچے۔ اندلس کی حکومت بنی امیہ میں ان لوگوں کا شمار بہت کچھ بڑھ گیا تھا۔

نویں صدی عیسوی سے پہلے پہلے روسی قومیں بالکل وحشیانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ان میں باقاعدہ ریاست و حکومت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ دوسرا ممالک مسلمان اسوقت فضل و کمال حاصل کرنے کے بعد نہایت شان و شوکت سے حکومت کر رہے تھے۔ اور ان کی سلطنت تین بر اعظموں تک پھیل چکی تھی۔ اسی اثناء میں روسیوں نے اپنی حالت کچھ کچھ درست کی مگر ان کے رئیس و سردار یورپ کے عام بادشاہوں کیطرح مسلمان امراء و خلفاء خصوصاً عبدالرحمان ناصر خلیفہ اندلس کے پاس وقتاً فوقتاً دفد مع تحائف بھیجتے رہے اس باقبال خلیفہ کے دروازے پر ہمیشہ جرمنی۔ روس۔ فرانس۔ روم (بواو مجہول) کے ایلچی تحفے اور ہدیے لیئے ہوئے باریابی کے منتظر نظر آتے تھے۔ اور سلاطین فرنگستان اس کے رعب و جلال سے خائف و کانپ جاتے تھے۔ مگر مسلمان خلفاء نے کبھی دیگر اقوام کی مجبوری یا کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہا بلکہ وہ ان سفراء سے باخلاق پیش آتے۔ اور اپنے معتمد سلاطین یورپ کے پاس بھیجتے رہتے۔

جہانتک ہم کو علم ہے پہلا مسلمان ایلچی بادشاہ روس کے پاس خلیفہ مقتدر باللہ نے چوتھی صدی ہجری کے ابتداء میں احمد بن فضلان کو بھیجا۔

جب یہ ایلچی اپنے سفر سے واپس آیا تو جو سامان اس نے وہاں دیکھے اور ان کے عقائد دریافت کیے تھے وہ ایک کتاب کی صورت میں لکھے۔ مسلمانوں میں غالباً وہی پہلا شخص تھا جسکو ان امور کے دریافت کرنے کا موقع ملا۔ آج ہم اسی کی تحریر سے اس زمانہ کے روسیوں کی عادات اور دینداری کا حال اقتباس کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے کہ "دریائے ڈالگا پر میں نے ایک تجارت پیشہ روسی قوم کو دیکھا۔ اس سے پہلے ایسے قوی الجثہ مضبوط آدمی میری نظر سے نہیں گذرے تھے ایک ایک ان میں سے بلا مبالغہ نظامی کے اس شعر کا مصداق تھا۔

سیاہے بہ کردار نخل بلند
ہراسان ازو دیدۂ فیل بند

اگر کچھ فرق تھا تو اتنا تھا کہ ان لوگوں کا رنگ نہایت سرخ تھا۔ یہ لوگ نہ کرتے پہنتے ہیں نہ کوٹ بلکہ ہر ایک آدمی ایک اونی کمل کا تھیلا سا اپنے جسم میں ڈال لیتا ہے۔ جو فقط ایک ہاتھ کی طرف سے کسی قدر کھلا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہاں سے ان کا ایک ہاتھ نکلا رہتا ہے۔ ان میں کوئی شخص تلوار اور چھرے سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ ہتھیار فرانس کے بنے ہوئے اور بڑے کارآمد و آبدار ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت ان کے گلے میں لٹکے رہتے ہیں۔ ہر ایک عورت کی چھاتیوں پر کٹوریاں بندھی رہتی ہیں۔ اگر شوہر غریب ہے تو یہ کٹوریاں لوہے اور تانبے کی ہونگی۔ اور صاحب مقدور ہو تو کی حالت میں سونے اور چاندی کی۔ ہر ایک کٹوری میں ایک کڑی مع چھری کے لٹکی رہتی ہے اور گلے میں چاندی سونے کے ہار ہوتے ہیں۔ ان کا دستور ہے کہ جب کسی کے پاس دس ہزار درہم ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی بیوی کے لیے ایک ہار بنوا دیتا ہے۔ اور ہر دس ہزار کی زیادتی پر ایک ہار زیادہ ہوتا جاتا ہے بعض بعض عورتوں کے گلے میں میں نے بہت سے ہار دیکھے۔ جن کو میں پہلی نظر میں شمار نہ کر سکا۔

ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ زیور دریائی مہروں یعنی گھونگوں کا ہار ہے۔ وہ ایک ایک مہرہ ایک ایک درہم کو خریدتے ہیں۔ اور اپنی بیوی کے ہار بنواتے ہیں۔ یہ لوگ انتہا درجے کے پلید و ناپاک ہیں۔ آبدست تک نہیں لیتے پھر بھلا غسل جنابت پر آمادہ ہونا تو کجا ان حیوان بصورت انسان کی جماعتیں اپنے شہروں سے آکر والگا پر ایک جگہ لنگر انداز ہوتی ہیں اور پھوس پتی کے جھونپڑے بنا لیتے ہیں اور ایک ایک جھونپڑے میں کم و بیش دس دس بیس بیس شخص رہتے ہیں۔ ہر ایک کی چارپائی الگ الگ ہوتی ہے۔

ان کی لونڈیاں اور سامان تجارت ان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ جب ان کی کشتیاں اس لنگر گاہ پر پہنچتی ہیں تو ہر ایک شخص کچھ روٹی اور گوشت و پیاز و شراب لیکر ایک انسان جولی بت کے پاس جاتا ہے۔ اس بت کے ارد گرد اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی مورتیں نصب ہیں۔ اور اس کے پیچھے ایک لمبی لکڑی زمین میں گڑی ہوئی ہے ان میں سے ہر ایک شخص اس بڑے بت کو باادب سجدہ کرکے بخضوع عرض کرتا ہے کہ اے میرے معبود میں یہاں حاضر ہوا ہوں اور میرے ساتھ اسقدر لونڈیاں اور گھوڑے پوست ہرن اور دوسرا تجارتی سامان ہے۔ میں تیرے لیے یہ بھینٹ لایا ہوں جو بڑی عقیدت سے نذر کرتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ تو میرے پاس کسی گانٹھ کے پورے خریدار کو بھیج کہ میرا مال منہ مانگے داموں پر خریدے اور مجھ سے تکرار نہ کرے۔"

اس قدر کہنے کے بعد یہ لوگ وہاں سے چلے آتے ہیں۔ اب اگر ان کی تجارتی اشیاء کی فروخت میں دیر ہوئی اور سودا حسب خواہ نہ بکا تو پھر دوبارہ سہ بارہ مذکورہ بالا طریق پر یہ لیکر اس بت کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اگر پھر بھی آرزو پوری نہ ہو تو چھوٹے چھوٹے بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ اور ان سے شفاعت کے خواستگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان چھوٹے بتوں کو وہ لوگ بڑے بت کے بیوی بچے سمجھتے ہیں غرض سودا نہ بکنے کی حالت میں باری باری ان چھوٹے بتوں سے سفارش و شفاعت کی التجا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا سامان فروخت ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے معبود نے ہمارا مطلب پورا کر دیا۔ اس کے شکریہ میں یہ تاجر آکر اس بڑے بت کے روبرو چند بیل بکریوں کی قربانی کرتے ہیں۔ اور تھوڑا سا گوشت صدقے کے طور پر تقسیم کرکے باقی ان چھوٹے بڑے بتوں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اور بیل بکروں کے سر اس طولانی لکڑی میں لٹکا دیتے ہیں جو بڑے بت کے پیچھے نصب ہوئی ہے رات کو جب کتے آکر اس گوشت کو کھا جاتے ہیں تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خداوند نے ہمارا ہدیہ قبول کر لیا اور وہ ہم سے راضی ہے۔ یہ عقائد اگرچہ روسیوں کی نویں دسویں صدی عیسوی سے پہلے کے بتائے جاتے ہیں۔ لیکن ایکہزار برس گذر جانے پر بھی ان میں بہت زیادہ فرق نہیں پڑا۔ دیہات کے لوگ اور شہری عورتوں کا بڑا حصہ اس قسم کے توہمات میں آجتک مبتلا ہے۔ گو بتوں کی جگہ حواریین کے گرجاؤں اور حضرت عیسیٰ و حضرت مریم کی تصاویر نے لیلی ہے درز نایا کے فیلنگ کی خاطر زار روس بھی بعض ایسی رسوم ادا کرتے ہیں جو بالکل بے وقعت اور مضحکہ انگیز ہیں۔ ابھی وہ آغاز جنگ میں ایک سینٹ کی مزار پر دعا مانگنے جاتے تھے۔ در حقیقت روسیوں کے عقائد ان کے حلیف جاپانیوں سے زیادہ کمزور درجہ ہیں۔ جبکہ اگر جنگ کے موقع پر اچھا ہیں پڑ سکتا۔

(وطن)

(جان محمد)

مختصر نوٹ اور نکات

جو دل ایمان نماز اور نیک کاموں سے حظ نہیں اٹھاتا وہ اپنا علاج کرے کیونکہ وہ بیمار ہے جیسے بیمار کو عمدہ سے عمدہ اشیاء بھی اچھی نہیں لگتی ہیں اسیطرح یہ دل رد حالی بیماریوں میں مبتلا ہے

قرآن کریم میں اب تک ابدالآباد تک دو عظیم الشان نہریں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ ایک دلائل عقلیہ کی نہر دوسری آسمانی نشانوں کی نہر۔ لیکن عیسائیوں کی انجیل ان دونوں سے ہمیشہ بے نصیب اور خشک رہی ہے اور ایسا ہی وید کو بھی یہ مقام اور خصوصیت حاصل نہیں ہے و نعم ما قیل۔

> گلے پرستد بندہ را جز آنکہ نادانے بود
> پس بگر بد بر روشان ہر کہ گریانے بود
> آن خداوندے کہ نامش ہست بر ہر برگ ثبت
> ہر کہ جوید آن خدا را او مسلمانے بود

انجیل کے ماننے والے کہتے ہیں کہ گناہ کی مزدوری موت ہے لیکن اس پر بھی ہمیں تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع کی خدائی کا اعتراف کرنیوالے اور اپنے گناہوں کی گٹھڑی اس کی گردن پر رکھنے والے اسے ملعون قرار دیکر بھی مرتے ہیں معلوم نہیں یہ موت کس گناہ کا نتیجہ ہے؟ کیا عیسائی کوئی جواب دیسکتے ہیں؟۔

پٹھانکوٹ کے قیام پر ایک مرتبہ جبکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ تھا ہم بیمار ہو گئے۔ تکلیف اور کرب بہت زیادہ تھا۔ ہمارے مخدوم و محسن حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نہایت شفقت اور ہمدردی کے ساتھ باوجود اپنی کمزوریوں کے خصوصاً تیمارداری کر رہے تھے۔ اس وقت ہماری گھبراہٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ دیکھیے اخلاق فاضلہ کا امتحان اور اور ایمان کی آزمائش کا اصل وقت یہی بیماری اور غصہ ہوتا ہے اس وقت سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور اصل حقیقت کھل جاتی ہے۔ مومن مصائب اور تکلیف میں گھبراتا نہیں قدم آگے بڑھاتا ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں تکلیف ہے لیکن اس کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھ کر خوشی کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہیئے"

حقیقت میں ایمان ایسی ہی حالتوں میں معرض امتحان میں آتا ہے اگر مصائب اور مشکلات ہمارے قدم کو آگے بڑھنے سے نہیں روکتے تو لاریب ہم خوش قسمت ہیں اور اگر قدم ڈگمگاتے ہیں تو ایمان خطرہ کی حالت میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے آمین

یہ بالکل سچی بات ہے کہ سچائی سچائی ہے گو ساری دنیا اس سے انکار کرے اور جھوٹ جھوٹ ہے گو ایک عالم اس کا مصدق اور معترف ہو۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ایک روز فرماتے تھے کہ میں **امرهم شورى بينهم** پر غور کرتے کرتے صحابہ کی پاک سیرۃ پر سوچنے لگا جس سے مجھے نہ صرف ایک ذوق اور لطف ہی آیا بلکہ صحابہ کی عظمت کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور پاک فطرت کا بہت بڑا اثر ہوا جس نے ایسی پاک جماعت طیار کی کیونکہ دنیا میں اس قسم کے لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں جو اپنی کمزوریوں کو کسی سے سن کر صبر کر سکیں۔ اور ان کی اصلاح کریں بلکہ اگر کسی کو کسی کی غلطی یا نقص سے آگاہ کیا جاوے تو وہ خطرناک طور پر مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے لیکن **امرهم شورى بينهم** سے صحابہ کی پاک سیرۃ کا پتہ ملتا ہے کہ اگر ان کو کسی غلطی یا کمزوری پر مطلع کیا جاتا تو وہ نہایت ہی خوشی اور شکرگزاری سے اسکی بات کو سنتے"۔ حقیقت میں نصیحت کرنیوالے احباب و اصحاب کا میسر آنا بھی کوئی عام بات نہیں ہے بلکہ یہ بھی بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہوتی ہے جو ایسا دوست میسر آوے۔ ایسے دوست بجز اس مجلس کیلئے قریباً محال ہیں جو خدا تعالےٰ کا مامور آکر قائم کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے مامور اور مرسل پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنی ابتدائی حالت میں اس لطیف در لطیف ذات اور نہاں در نہاں ہستی کو کامل شعور اور بصیرت سے شناخت نہیں کر سکتا اور یہ مامور و مرسل اللہ تعالےٰ کی ہستی کا زندہ اور بین ثبوت ہوتے ہیں اس لئے ان ماموروں کے وجود میں جو **خور دبین** کا حکم رکھتے ہیں خدا نظر آتا ہے یہی وجہ ہے جو خدا کا صادق بندہ اور یہ برگزیدہ **موعود** (علیہ الصلوٰۃ والسلام) فرماتا"

> آن خدائے کہ از داہل جہان بیخبر اند
> بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ایسی صاف اور سادی ہوتی ہے جو ہر طبقہ کے لوگ ادنیٰ اوسط اعلیٰ سب سمجھ سکتے ہیں عیسائیوں کی طرح رازکی باتیں اور گورکھ دھندے نہیں ہوتے جو کسی کی سمجھ ہی میں نہ آویں۔ میں نے ایک عیسائی سے پوچھا کہ کیا ہر ایک مذہب میں کوئی سر بھی ہوتا ہے اُس نے جواب دیا ہاں! پھر میں نے کہا کہ سب مذہب سچے ہیں تمہارے اعتراض فضول اور لغو ہیں اس لئے کہ تم جو اعتراض کرتے ہو اس مذہب کا ماننے والا اسکو سر ہی مانتا ہے اس کا جواب کچھ نہیں آیا۔ (ملفوظات حکیم الامتہ)

دنیا کی حالت مذہب اور خداشناسی کے لحاظ سے بہت ہی گری ہوئی ہے۔ ایک ڈاکٹر مسٹن کی رائے ہے کہ رقص میں پیرکس و ناکس کو بڑا ہی لطف حاصل ہوتا ہے اگر کوئی شخص کام کرتے کرتے تھک جاوے تو اسے چاہیئے کہ وہ ناچنے لگے اور جب کچھ طبیعت کسل مند ہو اس وقت بھی ناچنا چاہیئے کیونکہ ناچنا اس کا بہت بڑا علاج ہے۔

یہ تجویز تو ہے مادہ پرست انسان کی جو حقیقی خوشحالی اور اطمینان قلب کو رقص کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اس کے بالمقابل اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے وہ اطمینان قلب کیلئے کیا ہدایت کرتا ہے

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب غور کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و عظیم الشان فطرت پر کہ وہ کس مقام پر پہونچا ہے!

اللھم صل علے محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

چلو چھٹی ہوئی **لنڈن** میں ایک طریق ہوا ہے جسکی وجہ سے گرجا گھر جانیکی ضرورت ہی نہیں رہیگی **اسیکڑوفین** ایک نئی کل ایجاد ہوگئی ہے جسکی وجہ سے پادری صاحب کا وعظ گھر بیٹھے ہی سن لیا جایا کریگا۔ یورپ میں مذہب ایک کھیل سمجھا جاتا ہے اور محض قومیت کے رنگ میں مذہب مذہب سمجھا جاتا ہے ورنہ اسکی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہی ہے اس لئے اب گرجا جانے سے جو طبیعتیں پہلے ہی متنفر تھیں انہیں اچھا خاصہ موقعہ مل گیا وہ تو نہایت شوق سے **اسیکڑوفین** کے موجد کے شکریہ کے گیت گاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

عیسویت سے شراب بڑھ کر ہے عیسائیوں نے اپنی اس شور و پکار سے دنیا کے کان بہرے کر دیئے تھے کہ عیسائیوں نے ہی دنیا میں تہذیب پھیلائی ہے ہم اس وقت ان منصف مزاج اور سعادتمند مصنفوں کا ذکر نہ کرینگے جنہوں نے نہایت فیاضی اور فراخدلی کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ **اہل عرب** سے انہوں نے کمالات شائستگی کو پایا۔ بلکہ اس وقت ہم ایک لطیفہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لنڈن کے ایک مشہور اخبار **سپیکٹیٹر** میں کچھ عرصہ گذرتا ہے ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے کہ دنیا میں تہذیب پھیلانے کا کام **دین عیسوی نے نہیں کیا بلکہ شراب نے کیا ہے** وہ لکھتا ہے کہ دین عیسوی کو بھی اس لئے فروغ ہوا ہے کہ اس میں مسیح کی یادگار کو قائم رکھنے کیلئے بھی شراب ہی کا سہرا لیا جاتا تھا اس اخبار کا جو کہنا ہے کہ انسانوں کو جو کچھ قابل وقعت چیزیں ملی ہیں وہ انہیں قوموں سے جو شراب پینے والی تھیں وہ لکھتا ہے کہ "شراب پینے والی قوموں نے نہ صرف دنیا کو فتح کیا بلکہ اسے بااخلاق بنا دیا یہودی شراب پینے والے تھے اور انہوں نے ہمیں دیوتا (؟) اور کرسچنٹی دی یونانی شراب پیتے تھے اور انہوں نے ہمیں علم و ادب دیا۔ اور ہنر دیئے۔ قدیم روما والے پیتے تھے۔ اور انہوں نے ہمیں قانون دیا ٹیوٹن بہت زیادہ پیتے تھے اور انہوں نے آزادی کی زبردست خواہش دی"۔ خاتمہ پر کہتا ہے وہ دو قومیں جنہوں نے شراب سے پرہیز کیا یعنے ہند اور عرب انہوں نے کیا کیا؟"

اس آرٹیکل سے پتہ ملتا ہے کہ لنڈن کی اخلاقی حالت کس حد تک گر چکی ہے۔ عربوں نے کیا کیا ایک دنیا آگاہ اور واقف ہے ام الجرائم اور ام الخبائث کی دلدادہ قوموں کا کیا حال ہوا۔ سپیکٹیٹر سے پوشیدہ نہیں۔ اسوقت اس رائے کے اظہار سے ہماری صرف اتنی غرض ہے کہ دکھائیں کہ **یورپ عیسائیت کی کیا قدر کرتا ہے؟** اس کے قیام و بقا کا ذریعہ شراب بتاتا ہے اور شراب کو تہذیب کا سرچشمہ! ایسی مہذب قوم پر خدا رحم کرے۔

آریہ سماج پر مقدمہ آجکل دہلی میں جینی صاحبان اور آریہ سماجی صاحبان کے مقدمہ کا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو کتاب آریہ سماجیوں نے جینی مت سمیکھشا تصنیف کی ہے وہ جینی صاحبان کے پنتھ کے بہت خلاف ہے۔ اور اسوقت دہلی کے جینی صاحبان کو بڑا جوش بھر رہا ہے۔ اور جوں جوں دن گذرتے جاتے ہیں وہ دن دونے ہوتے جاتے ہیں۔ جینی صاحبان نے عرصہ ہوا کئی ہزار روپیہ کا چندہ کر کے روپیہ جمع کر لیا اور گورنمنٹ پنجاب سے نالش کی منظوری بھی کرالی ہے اور اب دو تین صاحب وکیل پیروکار اس مقدمہ کیلئے اور تجویز کئے ہیں۔ جنکو روپیہ محنتانہ کا نصف دیدیا گیا ہے۔ اور امید ہے کہ اس ہفتہ میں یہ مقدمہ عدالت میں دائر ہو جاویگا اور یہ مقدمہ بڑے زور کے ساتھ چلیگا۔ دیکھیئے نتیجہ عدالت میں کیا نکلتا ہے۔ ایک نامہ نگار لکھتے ہیں کہ سراوگی لوگ جوش میں بھر رہے ہیں کہ آریہ سماجیوں پر نالش فوجداری کی دائر کریں جنہوں نے سراوگیوں کے مذہب کے خلاف یہ کتاب جینی مت سمیکھشا تصنیف کی ہے اور لکھا ہے کہ اس مقدمہ کی پیروی کیلئے کئی وکیل کئے گئے ہیں جو عنقریب یہ دعویٰ دائر ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ سراوگیوں کا بتاریخ ۱۰ رمئی ۱۹۱۴ء کو معرفت مسٹر کلارنس کر کے بیرسٹر صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور مسٹر راج نرائن صاحب بیرسٹر ایٹ لا اور بابو گردھاری لال وکیل باجلاس جناب صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی بنام پنڈت شیودت شرما و پنڈت جمنا داس و لالہ رام چند مالک مطبع پر دائر کیا گیا جو اسی روز عدالت نے پنڈت شیودت شرما اور لالہ رام چند مالک مطبع کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کئے اور پنڈت جمناداس کے نام سمن جاری ہوا۔ استغاثہ کی پیشی ۱۱ مئی سنہ حال مقرر ہوگئی ہے۔

موجودہ اہل اسلام کی روحانی حالت

نمبر (۳)

تیسرا دشمن آریہ سماج ہے

ہندوؤں کو جب سے مسلمان فاتح ہند ہوئے ایک طرح کی نفرت و عداوت مسلمانوں سے تھی مسلمانوں کو جمن (نفس پرست) بھرشٹ (تباہ شدہ) ملیچھ (ناپاک نجس) وغیرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھا حسن سلوک سے پیش آتے رہے اور ہندوستان میں بس گئے اور سو برس تک ایک زمانہ ایسا ہوا بہت کچھ نفرت و عداوت کم ہوئی تھی۔ لیکن انگریزی تعلیم نے اس پرانی عداوت کو بڑے شور سے ابھارا ہے۔ انگریزی مورخوں نے اس خیال سے کہ ہندوستان ایسے دور دراز ملک میں قیام سلطنت انگلشیہ اسی پر ہے کہ اس ملک کی دو بڑی قومیں یعنے ہندو مسلمان میں میل و اتفاق نہ ہو اس طور سے تاریخ ہند تصنیف کی کہ مسلمان بادشاہوں کے حسن سلوک کا تذکرہ بہت کم کیا۔ لیکن مسلمانوں کے ظالم بادشاہوں کے ظلم کو ایسی آب و تاب سے لکھا کہ اس کے پڑھنے کے شروع سے ہندوؤں کے بچوں کے دلوں میں مسلمانوں سے سخت عداوت پیدا ہو جاتی ہے خدا کی پناہ۔ یہ آگ اب بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور چند موذی طبع مفسد فطرت ہندو اڈیٹران اخبار نہایت زور شور سے اس آگ کو دھونک رہے ہیں خدا جانے اس کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ مسلمانوں سے عداوت و دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا ایک شخص پنڈت دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ اب روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اپنے بانی مذہب کے نقلیبی اثر اور انگریزی تعلیم کے اثر سے خوب رنگین ہو کر آریہ سماج والے بھی اہل اسلام کے سخت دشمن ہو گئے ہیں ان کی کتابیں جو مسلمانوں کے خلاف میں چھپی ہیں۔ ان میں دلائل عقلی سے اسلام کا مقابلہ بہت کم کیا گیا ہے۔ لیکن گالیوں کی بڑی بھرمار ہے۔ اس فرقہ کا پنجاب میں بہت زور شور ہے۔ لیکن اگر کوئی ناواقف مسلمان انکی کتابوں کو پڑھ جائے تو ایمان کو کمزور کرنے یعنی شیطانی وسوسہ پیدا کرنے کیلئے یہ بھی کافی ہیں۔

چوتھا دشمن برہمو سماج

اس جدید مذہب کا بانی راجہ رام موہن رائے ہے۔ یہ راجہ نہایت ذہین اور ہوشیار شخص ہندوستان میں گذرا ہے۔ ملک بنگالہ کو اس شخص کے وجود پر فخر ہے۔ اس شخص میں تحقیقات مذہبی کا بڑا شوق تھا۔ اس نے علم فارسی و عربی کو خوب اچھی طرح حاصل کیا۔ دین اسلام سے پورا واقف ہو گیا۔ اپنی باریک بین نظر سے اس قابل شخص نے دیکھ لیا تھا کہ انگریزی تعلیم و یورپین علوم کے آگے ہندو مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ ہندوؤں کو جو مسلمانوں سے نفرت و عداوت ہے وہ دین اسلام کو قبول کرنے سے مانع ہے۔ پس اس نے دین اسلام اور ہندوؤں کے وید دھرم سے ملا کر ایک نیا مذہب قائم کیا جسکا نام برہمو سماج رکھا۔ اس سماج میں آگے چلکر ایک شخص داخل ہوا جس نے اپنی پرجوش تقریروں اور تحریروں سے ایک ہل چل مچا دی۔ اس شخص کا نام بابو کیشب چندر سین تھا۔ اس شخص نے اپنی زیرکی سے دیکھ لیا کہ ہندو مذہب کا جوڑ ٹھیک نہیں ہے پس جس مذہب کو اس نے رواج دیا وہ یورپین فلسفہ اور دین اسلام کا جوڑ ہے یعنی یوں سمجھئے کہ دین اسلام کو اگر باپ قرار دیں اور فلسفہ یورپ کو ماں تو ان دونوں کے توسل سے جو پولیٹیکل بچہ پیدا ہوا اسکا نام ہے برہمو سماج۔ اس وقت سارے ہندوستان میں چار ہزار برہمو سماج کے ممبران ہوں گے۔ بابو کیشب چندر سین ایک پاک طینت اور محقق شخص گذرا ہے۔ اگر اس کو خدا کسی کامل مسلمان کی صحبت نصیب ہوتی تو بہت ہی اعلے درجے کا دیندار مسلمان اور ولی اللہ ہوتا۔ برہمو سماج والوں کو دماغ میں یہ کیڑا پیدا ہوا ہے کہ سارے جہان میں آخری مذہب برہمو سماج ہی ہوگا اس لئے یہ اپنے مذہبی عقائد کو مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ بہتیرے وہ مسلمان نوجوان جو دین اسلام کی اعلے درجہ کی خوبیوں سے ناواقف ہیں ان کے فریب میں آجاتے ہیں۔ اسوقت جہانتک میرا علم ہے تیس چالیس نوجوان مسلمان برہمو سماج میں یا تو داخل ہو گئے ہیں یا اگر داخل نہیں ہیں تو دل سے داخل ہیں۔ برہمو سماج والے آپس ہی کی نااتفاقی سے کچھ ایسے کمزور ہیں کہ ان کی ہمت بالکل ٹوٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لئے اس دشمن سے لوگوں کو چنداں خوف نہیں۔

پانچواں دشمن جو قلعہ کے اندر تسلط رکھنا چاہتا ہے نیچری مذہب ہے

اس کے بانی سرسید احمد خان کے سی ایس آئی ہیں۔ سید احمد خان کی تصانیف کو دیکھ کر سید صاحب کے لکچروں کو سنکر۔ سید صاحب سے خود بحث کرنے سے جو کچھ مجھکو اس مذہب جدید کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب پر یورپ کے فلسفے کا خوب گہرا اثر ہوا ہے۔ ان کی روح اس فلسفہ جدید کو پوجتی ہے۔ سید صاحب کی سمجھ میں یہ بات طے ہو گئی ہے کہ نہ صرف اسلام بلکہ ہر دین و مذہب انسانی ترقی کا حارج ہے پس اس کو مٹانا چاہئے لیکن یکبارگی چونکہ اسلام پر حملہ کرنے سے کچھ اثر نہ ہوگا اس لئے آہستہ آہستہ اسلام کی ایک ایک اینٹ کو اکھاڑنا چاہئے اپنے زعم میں بہت کچھ اکھاڑ چکے اب تھوڑی کسر باقی رہ گئی ہے بہت کچھ ہمت کرکے کئے جاتے ہیں۔ تہذیب الاخلاق میں یہاں تک کہ گئے کہ سکر خدا بھی مسلمان ہے لیکن پھر بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی کہنے جاتے ہیں۔

سید احمد خان کو اس خاکسار کے ساتھ پرلے درجے کی نفرت و عداوت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ یہ ناچیز انگریزی جانتا ہے اچھی بھی کر لیتا ہے۔ اسپیچ و لکچر اسکا اثر دار بھی ہوتا ہے اس کا انگریزی لکچر اس درجہ اور رتبہ کا ہوتا ہے کہ ایک بار گورنر مدراس بھی شریک ہو کر صدر جلسہ ہوئے۔ ایسے انگریزی دان کا طلبہ پر ضرور اثر ہوگا پھر افسوس یہ کہ یہ کم بخت ناسندلی خدا و رسول صلعم کی محبت ہی کا وعظ کہتا ہے پھر لوگوں کو دوزخ بہشت کی جال میں پھنسانا چاہتا ہے پھر یہ چاہتا ہے کہ مغربی فلسفے کی روشنی سے دماغ منور ہونے کے بعد بھی مسلمانوں کے نوجوان ایسے "غیر مہذب" ہو جائیں کہ نمازیں ادا کرنے لگیں اٹھا بیٹھی کرنے اور خدا کے پاس رونے میں پکار پکار کر سید صاحب سے کہتا ہی رہا کہ میں آپکے پیارے کالج کا دوست ہوں لیکن سید صاحب نے اس خاکسار کو باوجود باضابطہ ممبر ہونے کے بھی کانفرنس کی جلسے میں تقریر کرنے سے نہایت غیر موزوں طور پر روک دیا۔ یہ واقعہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء الہ آباد کی کانفرنس میں ہوا۔

شعر

کچھ مجھکو دیکھ کے ساقی کو یہ حواس گئے
شراب سیخ پہ ڈالی کباب بوتل میں

میری پگڑی اور جبہ وغیرہ "وحشیانہ اور غیر مہذب لباس" کو دیکھکر سید صاحب کی گھبراہٹ اور بدحواسی قابل یادگار تھی ۹۳ء کی ایجوکیشنل کانفرنس میں مجھکو ایک دوست کی خاطر بیجا بلکہ شریک ہونا ہی پڑا۔ میں چاہتا کہ کانفرنس میں زبان بند رکھوں لیکن مدرستہ العلوم علیگڈھ والی مسجد میں کانفرنس کی خلاف وقت میں وعظ کروں لیکن سید صاحب کو جو یہ خبر پہونچی تو سانس اوپر نیچے آنے لگا مارے خوف کے بدحواس ہو گئے کہ اس شخص نے وعظ کہا اور نیچری طلسم ٹوٹا فوراً مجھ پر حکمنامہ صادر ہوا کہ خبردار وعظ نہ کہنا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر خدا کی مسجد ہے تو روکنے والا کون ہے۔ اس خیال کو میں نے پکار کر کہدیا چند نیچری صاحبان خصوصاً چند عاشقان علی سید نہایت برافروختہ ہوئے بلکہ میاں برکت علی خانصاحب سکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور لپک کر میری طرف بڑھے اگر دو ایک بھلے مانس بیچ بچاؤ نہ کرتے تو وہ مجھ پر ضرور ہاتھ چھوڑ بیٹھتے۔ یہ غیظ و غضب کیوں۔ صرف اس لئے کہ میں خدا کی مسجد میں خدا و رسول کے فرمودہ کا بیان کرنا چاہتا تھا۔ اے خدا میری قوم کی روحانی تباہی کس درجے کو پہونچ گئی ہے۔

اے پیارے ناظرین! ذرا سوچو اور غور کرو سید صاحب کے عزت و ورتبے کا آدمی اس غریب فقیر سے اسقدر کیوں ڈرتا ہے سید صاحب کے ایسا آزادی کا دم بھرنے والا کیوں اس عاجز اسلامی واعظ کے مونہہ میں لگام چڑھانا چاہتا ہے۔ سید صاحب ہیں رئیس و الے میں ہوں نہایت ہی مفلس و غریب تھا۔ سید صاحب ہیں اہل زبان اور میں ہوں بنگالی۔ سید صاحب کو ہے عربی فارسی میں عمدہ لیاقت اور میں ہوں امی محض۔ سید صاحب ہیں نامی فلاسفر اور میں ہوں ایک نہایت معمولی سمجھ کا آدمی پھر کس چیز کا یہ خوف ہے میں سچ کہتا ہوں یاد رکھو

ہیبت حق است این از خلق نیست
ہیبت این مرد صاحب دل نیست۔

آج سید صاحب اللہ کی طرف سچا رجوع کریں تو واللہ وہ مجھکو بہت پیارا کرنے لگیں وہ مجھ سے سنیں کریں تو طوراً ایک دو ماہ کالج میں رہ کر محمڈن اینگلو اورنیٹل کالج کے طالبعلموں کو دینی لکچر انگریزی و اردو میں سنایا کروں۔ اے خدا تو سید صاحب کو بھی توبہ نصیب کر۔

اس نیچری مذہب سے بھی اسلام کو سخت صدمہ پہونچا ہے۔ سیکڑوں نوجوان اس جدید مذہب کے رنگ میں رنگین ہو کر اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ نہ اللہ کی عظمت ان کے دل میں رہی نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت۔ نماز روزہ سے بالکل ناآشنا اس دنیا کے کیڑے اور انگریزوں کے نعل نعال بن گئے۔ خدا رحم کرے۔

ہم اور ہمارے ناظرین

غالباً ہمارے ناظرین اب اس سرکلر لیٹر کے بخوبی واقف ہو چکے ہیں جو ہم نے اول دو سو خاص آدمیوں کے نام بذریعہ ڈاک کھلی چٹھی کے طور پر روانہ کی تھی اور بعد میں اس خیال سے کہ الحکم کے کل ناظرین کو بھی اسکا علم ہو جاوے ہم نے اسے الحکم میں چھاپ دیا تھا + اصل چٹھی کا نتیجہ ۱۰ مارچ کے الحکم میں چھپ جانا چاہیئے تھا لیکن افسوس ہے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ہم اس کے نتیجہ کو شائع کرنے کے قابل ہی نہیں ہوئے مگر تاہم ۱۸ مارچ سنہ ۱۹ء تک جسقدر خطوط اس کے متعلق ہمیں موصول ہوئے ہم ان کے خلاصہ ذیل میں دینا ضروری سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی یہ عرض کرنا بھی اپنا فرض جانتے ہیں کہ ابھی تک ہم اس تحریک میں محض **ناکام** ہیں آئندہ کی خبر نہیں کہ یہ تحریک اپنا کوئی مناسب اثر پیدا کرے۔

الحکم کا تعلق اگر صرف ایڈیٹر ہی کی ذات سے ہے اور قوم کو اس کے قیام و بقا کی کوئی حاجت نہیں تو کیلئے اور صاف الفاظ میں اس امر کو پیش کرنا چاہیئے اور اگر موجودہ ایڈیٹر و مالک اس کے چلانے کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس بات کے کہنے کی بھی کوئی پروا نہیں کرنی چاہیئے جماعت جس کا آرگن الحکم کہلاتا ہے۔

آخرین منہم کی مصداق جماعت ہے اس لئے اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سی عالی حوصلگی آزادی رائے اور خوشامد سے نفرت ہونی ضروری ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین ایدہ اللہ العزیز اس لئے جو لوگ **اہل الرائے** ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اس سوال کو پوری **دیانتداری** اور **خدا ترسی** کو مدنظر رکھکر الحکم کے کالموں میں چھیڑیں اور اس پر بحث کریں۔ اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں ہونی چاہیئے کہ اس پر مخالفین کو نکتہ چینی کا موقعہ ملیگا کیونکہ اس سے پہلے **مخالف** ہماری کس بات پر نکتہ چینی نہیں کرتے۔ نادان نکتہ چین کی پروا ایک اخلاص مند مومن نہیں کر سکتا + ہم اپنی قومی اور منتظمہ **اغراض** پر بحث کرنے کیلئے اخبار کے سوا کونسا موقع رکھتے ہیں پھر ہمیں اپنی حالت کے اظہار کیلئے کیوں شرم کرنی چاہیئے۔

یہ خاموشی اور زبان بندی اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ ہم **قوم** کی توجہ یا عدم توجہ کو الحکم کے لئے اسباب کے تعلق کی بنا پر **زندگی** اور **موت** کا سوال سمجھتے ہیں۔ اور ایک **قومی آرگن** کا بھی (جو قریباً آٹھ سال سے اپنی حیثیت و ہمت کے موافق خدمت قوم میں مصروف رہا ہے) اپنے قیام و بقا کیلئے مالی مشکلات سے محفوظ نہ ہو جانا قوم کی عالی ہمتی اور قدردانی پر زبان حال نکتہ چینی کا موقع دیتا ہے پھر قوم بھی کوئی معمولی قوم نہیں وہ **قوم** جو انبیاء و رسل کی سیرۃ اور نقش قدم پر چلنے والی ہے جنہیں خدا تعالیٰ کا برگزیدہ موجود ہے۔ وہ **قوم** جسمیں **شکر گزاری** اور احسان شناسی کی روح نفخ ہو رہی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بعض احباب ہمیں **قوم** کا شکوہ کرنیوالا ٹھہرائیں گے **قوم** کو بدنام کرنیوالا کہیں گے لیکن اگر قومی کمزوریوں پر اطلاع دینا قوم کو بدنام کرنا ہے اگر قوم کو اس کی ضرورتوں سے مطلع کرنا **شکوہ قوم** ہے تو پھر ہونے دو۔ ہم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ان ضرورتوں کو جو ہمیں اس **خدمت** کی راہ میں پیش آتی ہیں پیش نہ کریں +

اور **قوم** خود ہمیں بتا دے کہ اگر ہم **قوم** کے سامنے اپنا دکھڑا نہ روئیں تو پھر کیا غیروں کے پاس روئیں؟ + ہم جانتے ہیں کہ اگر ہماری یہ مشکلات قومی مشکلات ہیں تو کوئی نہ کوئی اہل دل اور اہل درد ان کو محسوس کریگا اور اللہ تعالیٰ خود قوم کے دلوں میں القا کریگا۔ بہت دنوں سے ہم صبر کئے بیٹھے تھے لیکن اب ہم صبر نہیں کر سکتے ہمیں برداشت کی طاقت نہیں رہی ہماری مالی مشکلات روز افزوں ہیں اور اس کی وجوہات میں سے ایک زبردست وجہ یہ ہے کہ **بقایا داروں** کی مہربانی ہے جس کی ایک فہرست ہم اس ہفتہ کے الحکم میں دیتے ہیں۔ ہم نے نہایت نرم الفاظ میں ان عالی ہمت بزرگوں سے تقاضے کئے خطوط لکھے اور وی پی بھیجے مگر ان کے دل نہ پسیجنے تھے نہ پسیجے۔ اس لئے صرف یہی نہیں ہوا کہ ہم اُن کی **بقایا** کی وجہ سے زیر بار ہوئے بلکہ تقاضے کے خطوط اور وی پی کی واپسی نے اس زیر باری کو اور بھی بڑھا دیا + پھر ہم قوم سے دلیل نہ کریں تو کس سے کریں اس لئے ہم اس سوال کو نہیں چھوڑیں گے اور

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

یہ عمل کریں گے + یا **قوم** الحکم کی مالی مشکلات میں اس کی دستگیری کرے۔ اور اسے اپنا **قومی** اخبار سمجھکر اس کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتیں سمجھے یا اس امر کا فیصلہ کر دے کہ وہ اس کی **ضرورت** کو قومی ضرورت نہیں سمجھتی۔ اب ہم ذیل میں اس چٹھی کے متعلق آمدہ **خطوط کا خلاصہ** درج کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان **بزرگوں** سے معافی چاہتے ہیں جنکے نام بقایا داروں کی فہرست میں ہم دوسری جگہ درج کریں گے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ متعدد مرتبہ ان سے تقاضا کیا گیا وی پی بھیجے گئے لیکن انہوں نے پروا نہیں کی ہم کہیں گے کہ ان کی سہل انگاری سے ایڈیٹر یا مالک الحکم مشکلات میں نہیں پڑا بلکہ انہوں نے **اخلاقی** اور **قومی خطا** کی ہے + ہمارے حساب کے موافق جو ان کے ذمہ واجب الادا ہے ہم نے درج کر دیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے صاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ جو صاحب ہمیں اپنے حساب کی اطلاع نہ دیں گے ان کو مطبع کے اندراجات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ لیکن اس پر بھی اگر وہ اپنے حساب میں کوئی غلطی دیکھیں تو اس کے مطابق خط و کتابت کر کے تصفیہ کر لیں۔ لیکن ان کا فرض ہوگا کہ جوابی کارڈ بھیجیں۔ اب ہم اپنی قوم کے پاس ان بقایا داروں کے لئے دادخواہ ہیں جو صاحب کسی سے وصول کرا سکتے ہوں وہ اس کار خیر میں ہمکو مدد دیں +

خطوط کا خلاصہ

۱۔ چودھری رستم علی صاحب رقمطراز ہیں "میں آپ کی ان تحریکوں کے خلاف ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ایک مضمون لکھکر بھیجدوں آپ اسکو اخبار میں شائع کر دیں اور عام خریداروں سے اسکا جواب لیا جاوے اور پھر کثرت رائے پر عمل کیا جاوے جو طریق آپ نے پیش کیا ہے مجھے بالکل پسند نہیں اسواسطے میں جو کچھ خود پسند نہیں کرتا اس کے واسطے دوسرے کو کیسے تحریک کروں"

ایڈیٹر۔ آپ شوق سے کہئے میں بھی تو چاہتا ہوں کہ **عام رائے** کا مذاق قوم میں پیدا ہو اور قومی معاملات پر غور کرنے کی عادت نشوونما پائے۔

۲۔ ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب لکھتے ہیں "انشاء اللہ تعالیٰ اس سال کے ختم ہونے پر اخبار کی قیمت حسب تحریر آپ کے دو چند کر دی جائیگی اور دیگر خریداران کی نسبت بھی حتی الوسع کوشش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ"

ایڈیٹر۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ سے ایفاء وعدہ کی تو پوری توقع ہے مگر میں کیوں یہ نہ کہوں کہ یہ ایک نیکی کی تحریک ہے جو آپ میں پیدا ہوئی ہے۔ آپ اسے دوسرے وقت پر کیوں ملتوی کرتے ہیں۔ ایمان بالملائکہ کی فلاسفی حضرت حکیم الامت بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب کوئی ملکی تحریک پیدا ہو اسپر فوراً عمل کر لیا جاوے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی سال سے عملدرآمد ہو۔

۳۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب جواب دیتے ہیں "میں آپکے اخبار کو ڈبل قیمت پر خریدنے کا اقرار کرتا ہوں"

ایڈیٹر۔ میں آپ کی اس محبت اور قدر کیلئے جو الحکم کی آپ کے دل میں ہے زیادہ ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے مگر **امر دوم** کا جواب باقی ہے یعنے **دس خریدار**

۴۔ مولوی ابو الحمید احمدی صاحب وکیل حیدرآباد دکن سے رقمطراز ہیں۔ "آپ کا مطبوعہ پرچہ دوسری مئی کا ۹ مئی کو مجھے ملا۔ الحکم کے خریدار ... مضامین اس کے خریداروں کو پڑھنا نصیب ... ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے کہ جن کا شکریہ میں ... ایک خریدار الحکم رطب اللسان نہ ہو۔ اور اس کو عرض ہے اگر خریداران الحکم اپنی مقدرت سے زائد بھی قدر کریں تو کیا ہے میں بخوشی منظور کرتا ہوں کہ بجائے سنہ ۱۹۱۴ء کے دس روپیہ سالانہ الحکم کیلئے تیار کروں سنہ ۱۹۱۴ء کی پہلی ششماہی ختم ہونے پر پانچ روپیہ روانہ کر کے تکملہ سالانہ دس روپیہ کا کر دیا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ایک خریدار بھی دیا جاویگا"

ایڈیٹر۔ **آپ کا** حوصلہ افزا گرامی نامہ میری محنت کا قابل قدر صلہ ہے ماشاء اللہ تعالیٰ آپ ایسی روح قوم کے دوسرے افراد میں نفخ کرے اور آپ کو مبارک دینی میں خدمتگذاری کا سچا جوش بخشے آمین

۵۔ شیخ امام بخش صاحب احمدی دہلی لکھتے ہیں "آنجناب کا حکم پہونچا ناچیز نام کا خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہے دہی پاک پروردگار اگر کر دے تو ہو۔ اب عاجز اسی کے بھروسہ پر اقرار کرتا ہے کہ اسی پانچ روپیہ سالانہ چندہ الحکم کے ساتھ اور پانچ روپیہ ادا کرتا رہونگا۔ اور نئے خریداروں کی فکر میں برابر رہتا ہوں"

ایڈیٹر۔ شیخصاحب کا اخلاص اور محبت قابل رشک ہے۔ اور آپ کی عالی ہمتی قابل تقلید آپ کسی اعلیٰ عہدہ پر سرافراز نہیں باوجود اس کے خدمت دین کیلئے ایک سچا جوش موجود ہے مختصر اور قلیل سی تنخواہ پر بھی میری درخواست کی قدر اس محبت کا پتہ دیتی ہے جو حضرت مسیح موعود سے آپ کو ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ الحکم کیلئے ایسے بہت سے ... توجہ دلائے۔ آپ کو زائد پانچ روپیہ ... بھیجئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

۶۔ مکرمی سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں "آج ۱۵ کو یہ کارڈ آپکی میعاد مقررہ کے ... سے پیشتر آپ کو ملنا چاہیئے تھا لیکن کم مائیگی ... میں پس و پیش کرتی رہی مجھے آپ کی خدمت سلسلہ عالیہ کا اعتراف ہے اور آپ کی سکاروائی کا ... فکر کرتا ہوں۔ اور غالب آرزو دل میں رہتی ہے کہ ... ہر ایک ارشاد کی تعمیل کیجاوے۔ میں خدا سے توفیق مانگتا ہوں کہ مجھے جلدی آپ کی خدمت کا موقعہ ملے۔ آپ بھی دعا کریں۔ از کریمان کارہا دشوار نیست والسلام التوفیق"

ایڈیٹر۔ شاہ صاحب مخدوم کا کارڈ میرے لئے نہایت ہی قابل قدر اور عزت افزا ہے جس شکر گزاری کے ساتھ یہ لکھا گیا ہے وہ مجھے بہت ہی شرمندہ کرنیوالی اور خدا تعالیٰ کے احسانات کی تشکر میں رطب اللسان ہونیکی محرک ہے کیونکہ یہ اعتراف کسی معمولی انسان کی قلم سے نہیں بلکہ ایسے شخص کے قلم سے ہے جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم کی ذاتی رائے کے موافق انبیاء کی **سیرۃ** رکھنے والا ہے۔ شاہصاحب **نیت المومن خیر من عملہ** کے موافق آپ اس کار خیر میں میرے شریک اور معاون ہو چکے اور توفیق کا رفیق حال ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ضرور توفیق دیگا کیونکہ

ع خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

۷۔ ہمارے کرم بھائی حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور سے رقمطراز ہیں۔ "آپ کا حسن ظن سی بہرا ہوا مطبوعہ گرامی نامہ ..."

مین جس لائق ہون اس کے مطابق مجھے آپکی ہر طرح خدمت کرنے مین نہ آگے دریغ ہوا اور نہ انشاءاللہ اب ہوگا۔

یہہ جدا امر ہے کہ آپ کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اور نہ اسکی ضرورت۔ بہرحال انشاءاللہ آپ کی بہتری کے لئے آئندہ بھی ساعی رہونگا۔ میرے ناقص اور ناقابل خیال مین آپ جسقدر خریدارون کو ابہارنے اور جوش پیدا کرنیکی کوشش فرماتے مین ہے بے سود ہے۔ یہہ ساری کوشش فقط آپکو اپنے کام مین دکھانی چاہئے۔ برکت خود خدا دیگا اور پھر ضرور دیگا۔ انسان کی اپنی گھڑی ہوئی تجویزین دیرپا اثر نہین رکھتین بہرحال خدا تعالیٰ ہم سب کا حامی ہو۔

ایڈیٹر۔ مین اتنا عرض کرنے کی جرأت کرنی چاہتا ہون کہ میری جو خدمت کیجاوے اس کا علم ہونا مجھی ضروری ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کے موافق مین اپنے محسن سے زیادہ محبت کرسکون۔ آپنے جو نصیحت فرمائی ہے اللہ تعالے آپکو اسکی جزا دے۔ مگر مجھے عرض کرنے دین کہ میری گذشتہ خدمات اور احسانات کا آپنے نہایت فیاضی سے سورۂ جمعہ چھاپنے وقت اعتراف کیا ہے اور مین اس اعتراف کا آپ سے اعانت الحکم سے زنگ مین مطالبہ کرچکا ہون۔ اگر ان خدمات اور احسانات کی بنا پر میری مشکلات مین معمول سے زیادہ تو درکنار معمولی توجہ کا حقہ کی گئی ہے۔ تو مین غلطی پر ہون۔ لیکن مین دیکھتا ہون کہ یہہ مشکلات بدستور موجود ہین اور مجھے شکایت ہے کہ کافی توجہ نہین ہوئی۔ کم از کم گذشتہ تجربہ تو ہم کو یہہ تو بتا سکتا ہے کہ خدا کے محض فضل و کرم سے یہہ عاجز کوئی خدمت کرسکتا ہے پھر مجھے کیون اپنی خدمتگذاری کا میدان وسیع اور محفوظ کرنے کیلئے قوم کیطرف سے خصوصاً آپ ایسے لوگون کیطرف سے ہمت افزائی نہین ہوتی۔

یہ سچ ہے کہ انسانی تجاویز دیرپا نہیں ہوتین لیکن مین نے خدا کی مجید کتاب مین پڑھا ہے۔ **لیس للانسان الا ما سعی** مجھے اس پر عمل کرنا دین خدائے کریم نے ہی **ادعونی استجب لکم** فرمایا ہے اور ماں ہی اپنی ذاتی محبت کے باوجود تا گریہ طفل کے جوش شدلبن پر ہی عمل کرتی ہے پھر مجھے تحریک سے کیون روکا جاتا ہے۔ آئندہ خدا تعالیٰ خود جو قوم کے دل مین نفع کریگا وہ بے شک دیرپا ہوگا۔ مین قوم کو توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتا ہون اور اسی پاک ارشاد کی بنا پر سمجھتا ہون اور آئندہ **تعاونوا علی البر والتقوی** پر عمل کرنے کی امید مجھکو قوم سے ضرور ہے۔

۸۔ **الحکم** کی توسیع اشاعت کے میدان مین اسوقت کام کرنیوالے چوہدری محمد حسین خان صاحب ابھروال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اب پھر لکھنی کا وعدہ ... فی الحال اپنے ... ایک خریدار کا نام بھیجتے ہین۔ اور جسقدر خریدار آپ پہلے دیکر گئے ہین ان کی وصولی قیمت کو خود ذمہ دار ہوئے ہین۔ الحکم کی اشاعت کی ضرورت کو جسطرز پر چوہدری صاحب نے محسوس کیا ہے خدا کرے کہ ہمارے بہت بزرگ محسوس کرین۔ الحکم کے خریدارون مین ایک سو محمد حسین پیدا ہو جاوین تو انشاءاللہ امید کیجاتی ہے کہ الحکم ایک ہفتہ کے اندر **تین ہزار** سے زائد چھپ سکتا ہے۔ مگر غالباً قوم کے اکثر **افراد** توسیع اشاعت کے کام کو **فرض کفایہ** سمجھکر چوہدری محمد حسین صاحب ہی کو اس کا ذمہ دار قرار دے بیٹھے ہین۔ سو ہم دلسوزی مین انہین آگاہ کرتا ہون کہ توسیع اشاعت الحکم **قومی فرض** ہے جو خود ادا کرنے سے ادا ہوگا۔

۹۔ منشی ہاشم علی صاحب احمدی منصرم رقمطراز ہین کہ بہ تعمیل حکم چٹھی مطبوعہ ۲۲ مئی ۱۹۰۲ء ایک خریدار الحکم جناب کی خدمت مین پیش کرتا ہون۔

ایڈیٹر جزاک اللہ احسن الجزا۔ از تعمیل کی تکمیل کی طرف توجہ دلاتا ہون۔

۱۰۔ منشی عبدالرزاق صاحب نارس دو خریدار بھیجتے ہین جزاک اللہ احسن الجزا۔ مین اپنی مطبوعہ چٹھی کی پوری تعمیل کی آپسے امید رکھنی چاہتا ہون۔

۱۱۔ منشی محمد علی صاحب مدرس ایک خریدار سالانہ بھیجتے ہین۔ جزاک اللہ احسن الجزا۔

۱۲۔ منشی عالم شیر صاحب سارجنٹ کو ئیٹہ سے **پانچ روپیہ** ایک خریدار کیلئے بھیجتے ہین جزاہ اللہ احسن الجزا۔ منشی صاحب کی مالی حالت سے ہمین کسیقدر اطلاع ہے اس پر انہین یہ جوش خدمت دین کا قابل رشک ہے۔ اللہ تعالے خود ان کا حامی اور رفیق ہو۔ آئندہ۔

۱۳۔ **جناب** خان صاحب حکیم مولوی انور حسین خان صاحب شاہ آباد سے اطلاع دیتے ہین کہ مین الحکم سے بوجہ پر ہونے مضامین لطیف کلمات طیبات وغیرہ کے دلی انس رکھتا ہون اور اسکی اشاعت مین ساعی ہون۔

اور آپکی شرائط پیش کردہ مین سے پہلی شرط کے واسطے طیار ہون یعنے صہ ربطور امانت بالفعل ایک سال کیواسطے آئندہ جیسا موقعہ ہو منظور کرتا ہون۔ یہہ پانچ روپیہ ۱۵ جون کے بعد بھیجونگا۔ دوسری شرط خریداران بہم پہنچانا میری تنہا اہم امورات سے ہے مین دعا کرتا ہون کہ خداوند عالم ویسا مضامین اخبار کو قائم رکھے۔

ایڈیٹر۔ آپکی اعانت فرمائی میری حوصلہ افزائی کا موجب اور اس محبت کا ثبوت ہے جو آپکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات سے ہے۔ اخبار کے قیام و بقا کیلئے **قوم کی مجموعی طاقت** بکار ہے اور اس کو زیادہ عمدہ مفید اور دلچسپ بنانے کیواسطے بھی اسکی مالی مشکلات سے نکالنا اور ضروری عملہ کا بڑھانا ضروری ہے جس کے لئے روپیہ بکار ہے اسلئے اہل قوم توجہ کرے اور پھر اللہ تعالےٰ سے دعائین کرو وہ اس کی عزیز و محبوب الحکم کو زیادہ بارآور اور خوشنما بنانیکی توفیق دے۔ آمین۔

۱۴۔ **حافظ** غلام رسول صاحب **توغ** رشیشن سے اس عریضہ کا جواب یون دیتے ہین آپ اس عاجز کو بھی الحکم کے معاونین مین شامل فرماوین۔ ارادہ رکھتا ہون کہ مین آئندہ بجائے صرر روپیہ سالانہ کے دس روپیہ سالانہ پر خرید کرونگا۔ مگر ساتھ ہی ڈرتا بھی ہون کہ شاید مین اسقدر بوجھ نہ اٹھا سکون اور تھکا ماندہ ہوکر رہ جاؤن کیونکہ خدا کی جس عزیز و حکیم و مجید کتاب مین آیت مذکور ہے **ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا ان ربك يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر انه كان بعباده خبيرا بصيرا** پس آپ بھی دعا فرماتے رہین اور مین وعدہ کرتا ہون کہ جب تک مجھے اللہ تعالے سے مجھے توفیق ملتی رہے مین مبلغ دس روپیہ سالانہ ادا کرنے مین دریغ نہ کرونگا خدا تعالے کو سب توفیقین ہین۔ اور وہ ہربات پر قادر ہے۔ **اللّٰھم زدفزد** (آمین)

ایڈیٹر۔ لاریب ساری توفیقین اللہ تعالےٰ ہی سے تو ہین مین جو آیت آپ نے لکھی ہے میری رائے اور ایمان مین اسی مین **بسط رزق** کا راز موجود ہے۔ اور جو مین سمجھا ہون وہ یہہ ہے کہ اللہ تعالے کی صفات بصیر اور خبیر پر ایمان لاکر جو شخص اللہ تعالے سے حیا کرتا اور گناہون کو پرہیز کرتا اور محض اسی کی رضامندی اور اعلاء کلمۃ الاسلام کیلئے قدم اٹھاتا ہے اور مال خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالے یقیناً اس پر بسط رزق فرماتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہہ ارشاد بھی اسی کا مؤید ہے۔

ز بذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

اللہ تعالے آپ کا حامی ہو۔ (آمین)

ہمارے بقایادار

ذیل مین ہم مختصر سی فہرست بقایاداران الحکم شائع کرتے ہین الحکم کے مربیون مین جو صاحب ان بزرگوارون کو چندہ وصول کرکے دفتر الحکم مین بھیجینگے وہ الحکم پر خاص احسان کرینگے ہم ان بقایاداران سے معافی چاہتے ہین کہ ہمین بذریعہ اخبار انہین یاد دلانا پڑا۔ اگر کسی کے حساب مین غلطی ہو تو بہتر ہے کہ وہ اپنے صحیح حساب سے ہمین مطلع فرمائین۔ — (ایڈیٹر)

فہرست اول بقایاداران

۱۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس لکھو کے ضلع فیروزپور

سنہ ۹۸ء سے جاری سنہ ۱۹۰۲ء جون کے آخر تک

۲۔ فیض محمد خان صاحب ڈرنری اسسٹنٹ کمپنی باغ کیونٹا

۳۔ رکن الدین محرر معرفت صدر منصرم بند و بست ریاست

۴۔ مولوی سید محمد سعید صاحب ۹۷ء سے

۵۔ مرزا اکرم بیگ صاحب دہرم سالہ آخر ۱۹۰۱ء

۶۔ حافظ محمد یوسف صاحب امرتسر

۷۔ خیرالدین ہاسپٹل اسسٹنٹ ڈیرہ غازیخان۔ یہ بزرگ پیوستہ کو مرید ہین

۸۔ صوبہ خان کمسریٹ ایجنٹ پشاور بازار توپخانہ

۹۔ چوہدری فتح علی صاحب ذیلدار دھونکل

۱۰۔ راجہ سردار خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر تھانہ پنڈی تحصیل پنڈ دادنخان

۱۲۔ منشی امام بخش صاحب اہلمد نہر ضلع ملتان ڈیرہ غازیخان

۱۳۔ فقیر علی پٹواری کلانور

۱۴۔ سید بشیر حیدر صاحب سیالکوٹی

۱۵۔ محمد الدین خلف علی محمد سکنہ چاہ چا محمد

۱۶۔ مولوی غلام جیلانی مختار عدالت نواں شہر

۱۷۔ پیر خان محرر سارجنٹ تہالا الہ موسے (حسب الارشاد امام الدین کسوئڈر)

۱۸۔ محمد یوسف خان صاحب فیسر ورکشاپ ... صدر

۱۹۔ شیخ چراغ دین ٹھیکہ دار سیالکوٹ ۱۹۰۱ء تک

۲۰۔ سردار محمد جمیل اللہ خان صاحب ضلعدار نہر پہیرو

۲۱۔ میران بخش معرفت سید محمد علی شاہ متعلم مرزا ... کیمل پور

۲۲۔ محمد بادشاہ وکیل ہمت پور

۲۳۔ رانا احمد خان صاحب نائب تحصیلدار فاضلکا

۲۴۔ مستری غلام حسین محلہ حاجی پورہ سیالکوٹ

۲۵۔ شیخ محمد حسین محرر دفتر پولیس

۲۶۔ قاضی غلام حسین ملازم احمد الدین و شہاب الدین ٹھیکہ داران کوہ مری بحوالہ خط بابو امام الدین

۲۷۔ منشی عبدالقادر معرفت سید صفدر حسین صاحب

۲۸۔ شیخ عبداللہ صاحب بی اے مختار عدالت لاہور سنہ ۱۹۰۲ء تک

۲۹۔ سید منور محمد صاحب ساکن حسن آباد

۳۰۔ سید موسے محمد صاحب حکیم ״

۳۱۔ ولی محمد خان صاحب بنگو

۳۲۔ مرزا اعظم بیگ خانسامان باواکو ضلع راولپنڈی

۳۳۔ قاضی محمد حبیب اللہ صاحب چھاؤنی میانمیر

۳۴۔ سید خیر علی صاحب بی اے بازار اعظم خان

۳۵۔ مولوی سجاد حسین رئیس محلہ نیا بازار بھاگلپور

۳۶۔ منشی فضل کریم محلہ نیا بازار بھاگلپور

۳۷۔ منشی محمد الدین صاحب اپیل نویس سیالکوٹ بقایا قیمت غلام

۳۸۔ ڈاکٹر مراد بخش صاحب کرنیل بلڈنگ

نورالدین پر ریویو

نمبر (۳)

جہان تک ہم کہہ سکتے ہین اور واقعاتِ نفس الامری ...... کی بنا پر کہہ سکتے ہین نورالدین کے **مصنف** کی غرض نورالدین کی تصنیف سے آجکل کے عام مصنفان کی طرح یہہ کبھی نہین ہوئی کہ وہ تالیف و تصنیف کو ذریعہ معاش قرار دے۔ اس سے ہماری یہ غرض نہین کہ خدانخواستہ یہہ شریف فن حرام ہے نہین بلکہ اس کے اظہار سے ہمارا یہ مقصد ہی کہ جب تالیف و تصنیف نرا پیشہ ہی ہو اسوقت کسی کتاب کو محنت اور فکر سے لکہنا زیر نظر نہیں ہوتا بلکہ مصنف کے ملحوظ خاطر چونکہ زرطلبی ہوتی ہے اس لئے وہ تو اس امر کی پروا کرتا ہے کہ پبلک کے عام مذاق اور اخلاق پر اس کا کیا اثر پڑیگا نہ یہ سوچتا ہے کہ جو کچھہ اس مین لکھا جارہا ہے وہ کہان تک تحقیقات سے گرا ہوا ہے +

یہی وجہ ہے کہ آجکل مخرب اخلاق ناولون۔ فسانون اور کہانیون نے ملک پر ایک آفت برپا کر رکہی ہے جس سے صرف یہی نہین ہوا کہ ملک کا عام مذاق کتب بینی بگڑ گیا ہی بلکہ یہہ بھی نقصان ہوا کہ علمی کتابین تصنیف نہین ہوتین اور پاکیزہ لٹریچر کا ذخیرہ نہین رہتا اور پست ہمتی اور خود غرضی بڑہتی جاتی ہے جس کے ساتھہ ہی بری کتابون کا اثر اخلاق اور صحت پر بہی خطرناک پڑ رہا ہی۔ جس کا بہت بڑا ثبوت ان اشتہارون سے مل رہا ہی جو آجکل شایع ہوتے ہین۔

کیونکہ یہ عام قاعدہ کی بات ہی کہ ملک مین جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو اسی کی بکری کثرت سے ہوتی ہی اور ملک کی عام ضرورت کا پتہ ان اشتہارات سے ملتا ہے جو شایع کئے جاتے ہین۔ پس آپ کوئی اخبار اٹھا کر دیکھیں اس مین کثرت کے ساتھہ اشتہارات دوائیون کے ہون گے اور ان مین سے بہی "فیصدی" خاص دوائیون کے جو قوائے متناسلہ سے متعلق ہین پس یہہ اشتہارات کی کثرت صاف ظاہر کرتی ہے کہ ملک مین ان ادویات کی ضرورت اور مانگ بہت بڑھ گئی ہے اور یہ کثرت مانگ ملک کی اخلاقی اور جسمانی صحت کا سب سے بہتر معیار ہی + یہ حالت بد کیون ہے ؟ اس کا ذمہ دار ہم اس لٹریچر کو قرار دیتے ہین جو ملک مین پھیلا یا گیا ہی اگر ہمارے ملک کے مصنف اور مولف ملک کی حالت پر رحم کرتے اور اپنی تصنیفات کی غرض رفاہ عام سمجہتے تو کچہہ شک نہین وہ روپیہ بہی کما لیتے اور اپنے اہل ملک اور ابنائے جنس پر بہت بڑا احسان کرنے والے ہوتے۔

غرض

نورالدین کے مصنف کی غرض چونکہ محض اعلاء کلمۃ الاسلام اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور غمخواری تہی اس لئے اس نے اس کتاب کو ملک اور قوم کیلئے مفید اور کارآمد بنانے کیلئے جہان تک اس سے ممکن تہا محنت سے کتابون کو پڑہا۔ اور پہر اللہ تعالیٰ سے کشود کار کی دعائیں کین۔ اس لئے ہم نہ اس لحاظ سے کہ احمدی ہونے کی وجہ سے حکیم الامۃ سے کوئی تعلق رکہتے ہین نہ اس وجہ سے کہ خود آپ کے ساتھہ ذاتی طور پر ہمین تلمذ ہے + بلا خوف تردید کہتے ہین کہ یہ کتاب

محض خدا تعالیٰ کی رضا اور نوع انسان کی بہلائی کے لئے لکھی گئی ہے

اس کے بعد نورالدین کی تذکرہ کے ضمن مین دوسرا قابل غور یہ امر ہے کہ کیا اس سے پہلے مولانا موصوف معاصرین میں اسی **فن** پر کتابین لکھنے کیلئے مشارٌالیہ ہو چکے ہین ! کیونکہ اگر یہہ آپ کی پہلی ہی تصنیف ہو تو کم از کم ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ابہی آپ کا تجربہ اس راہ مین کامل نہین اور اس کی تصنیف اول خواہ وہ محض رفاہ عام کی غرض سے ہی کیون نہ لکھی گئی ہو ویسی مفید اور کارآمد نہین ہو سکتی جیسا اس کی وہ تصنیف جو اس کے کہنہ مشق ہونے کے بعد شایع ہو۔

پس

اس **پہلو** کے لحاظ سے بہی ہمین فخر اور ناز ہی کہ جس مصنف کی کتاب پر ہم ریویو لکہہ رہے ہین وہ اس فن **تصنیف** اور **خصوصیت** کے ساتھہ مذہبی لٹریچر اور مذہبی لٹریچر مین سے بہی فن **مناظرہ** مین اہل عصر مین **سرمایہ ناز** سمجہا گیا ہے اور پہر فن مناظرہ مین سے اہل وید کے ساتھہ مناظرہ کرنے مین بہی قابل قدر نگاہون سے دیکہا گیا ہے جیسا کہ ہم ابہی بتائین گے۔ چنانچہ فاضل مصنف مندرجہ حاشیہ کتابون کا مصنف ہی۔

۱۔ **فصل الخطاب** (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑہنے کے متعلق)
۲۔ فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب دو جلد
۳۔ ایک عیسائی کے تین سوالون کا جواب
۴۔ تصدیق براہین احمدیہ۔
۵۔ ردّ تناسخ۔

انمین سے پہلی کتاب فصل الخطاب ایک عظیم الشان مختلف فیہ مسئلہ پر ہے یعنے آیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑہنی چاہیئے یا نہین۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو جس قابلیت کے ساتھہ لکھا ہی اس کا پتہ اس کے پڑہنے سے لگ سکتا ہے۔

دوسری کتاب جو اسی نام سے لکھی گئی ہے یہ دو ضخیم جلدون مین ہے۔ اس مین عیسائیون کے قریباً تمام بڑے بڑے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہین اور جنپر ان کے مشنریون اور مناددون کو بہت بڑا ناز رہا ہے ان اعتراضون کا جواب دیتے وقت علامہ موصوف نے دو پہلو اختیار کئے ہین۔ پہلے الزامی جواب دیئے ہیں اور پہر **تحقیقی جوابات** بڑے مفصل و مسکت لکھے ہین ہمین فصل الخطاب پر ریویو اسوقت مدنظر نہین اس لئے ہم اسے چہوڑتے ہین۔ یہ کتاب غالباً پندرہ سولہ سال سے لکھی ہوئی ہے لیکن آج تک ہم فخر کے ساتھہ کہہ سکتے ہین کہ اس کا جواب عیسائی مشن کیطرف سے نہین ہو سکا۔

تیسری کتاب بجائے خود کوئی مستقل کتاب نہین بلکہ یہ ایک مضمون ہے جو اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ ایک عیسائی اسلام پر تین اعتراض کئے تہے اور وہ اعتراض قرآن شریف کی بنا پر تہے جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے پاس بہیجے گئے تہے اس بات کا تو ہمین علم نہین کہ انجمن نے اور کسقدر اشخاص کے پاس یہ سوالات بغرض جواب بہیجے لیکن یہ ہم جانتے ہین کہ انجمن نے جو رسالہ اس نام سے آخر طبع کیا اس مین حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام اور حضرت حکیم الامۃ مصنف نورالدین اور مولوی غلام نبی صاحب امرتسری کے تین مضمون جدا جدا ان سوالات پر شایع ہوئے ہین۔ ان جوابات کی وقعت کا اس سے پتہ لگ سکتا ہی کہ وہ صوبہ پنجاب کی مسلمانون کی ریپریزنٹیٹو انجمن کی طرف سے شایع ہوئے ہین اور انجمن کی درخواست پر لکھے گئے ہین۔

چوتہی کتاب آریون کے ساتھہ قول فیصل ہی یہ کتاب آریہ مذہب کی مشہور و معروف مصنفین کی کتابون کے جواب مین ہے جو انہون نے رد اسلام مین بزعم خود لکہی ہیں مجموعی طور پر جواب میں لکھی گئی ہے اگرچہ تکذیب براہین احمدیہ ایک خاص کتاب خصوصیت کے ساتھہ زیر نظر ہے جو آریہ سماج کے سرمایہ ناز مولف کی کتاب ہے +

پانچوین کتاب تصدیق براہین احمدیہ جلد دوم کا ایک حصہ ہی جو ایک خاص مضمون **تناسخ** کی تردید مین ہے۔ تناسخ کے مسئلہ کی تردید کسی معمولی نظر کے آدمی کا کام نہین کیونکہ بعض فلاسفرون کا بہی یہی مذہب تہا اس لئے ایک دقیق النظر اور وسیع الخیال فلسفی متکلم کا کام ہو سکتا ہی پہر جس خوبی سے یہہ رسالہ لکہا گیا ہے وہ یہہ ہے کہ تمام جوابات قرآن کریم سے دیئے ہین جس سے قرآن کریم کی شان عظیم کو ظاہر کرنا مقصود ہی +

غرض

جو شخص **قوم** اور **ملک** مین **مذہبی لٹریچر** مین لکہنے کا مسلم مشارٌالیہ ثابت ہو چکا ہو اور مذہبی لٹریچر مین سے ہی **مناظرہ** کی شاخ مین خصوصیت کی نگاہون سے دیکہا جاتا ہو اور **آریہ سماج** کے ساتھہ اس کی **فیصلہ کن** **تحریرین** شایع ہو چکی ہون وہ بدرجہ اولیٰ حق رکہتا ہے کہ آریہ **سماج** کی کسی شایع کردہ کتاب کا جواب لکھے۔ پس **نورالدین** اسی **قلم** اور **دماغ** کا نتیجہ ہے +

ایک اور بات لکھکر ہم اس حصہ ریویو کو ختم کردیتے ہین کہ یہہ بات بہی کوئی مخفی امر نہیں کہ نورالدین کا مصنف ایک بیش قیمت **کتب خانہ** اپنے پاس رکہتا ہے۔ جس مین ہر علم و فن پر نادر کتابین موجود ہین۔ اب ہم چوتہے نمبر مین نورالدین کی مصنف کا اپنا ریویو اپنی کتاب پر انشاءاللہ العزیز دین گے + (باقی چوتہے نمبر مین)

ایک افسوسناک خبر

ذیل مین تالیف و اشاعت کا ایک مضمون درج کرتے ہین جو ضرورت امام کے مضمون کو صاف کر رہا ہے اس پر ہم پہر رائے لکہین گے (ایڈیٹر)

سودا واپس یا عطا شما بہ لقائے شما

مدت ہوئی کہ فرقہ محدثین نے فرقہ حنفیہ پر یہ الزام لگایا تہا کہ حنفی لوگون نے اپنے اجتہادات کو دین بنایا ہوا ہے اور راصل مذہب اسلام جو ہی وہ احادیث مین رچا ہوا ہے۔ اور وہابی کہا کرتے تہے کہ قرآن شریف سے حدیث مقدم ہی کیونکہ قرآن مختصر مجمل متن ہے اور احادیث اس کی مفصل شرح ہی اس خیال سے مین نے کتب احادیث کا ایک انبار خرید لیا۔

مگر اب مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا جو رسالہ اشاعۃ القرآن نمبر فلان جلد فلان بابت ماہ فلان دیکہا تو جو کچھہ اس رسالہ مین بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ کتب احادیث کی نسبت لکہا ہی اس کو دیکہکر تو فوراً دل مین خیال گذرتا ہے کہ دنیا مین جسقدر نسخے کتب احادیث کے ہین سب کے سب دریا برد کئے جائین۔ مگر چونکہ نہ تو مجہے سب مل سکتے ہین اور نہ میرے مقدور مین ہے اور صرف اپنے خریدکردہ نسخے تلف کردینا ہی کوئی فائدہ نہین ہے اس لئے فرقہ اہلحدیث کی خدمت مین عرض ہے کہ یا تو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے ان اعتراضات کا معقول جواب دین اور یا جن کتب فروشون اور محدثون نے کتب احادیث کے خریدنے مین میرا روپیہ تلف کرایا ہے اپنی کتابین واپس لے لین اور میرا روپیہ مجہے واپس دیدین ان احادیث کو پڑہکر بجز آنحضرت صلے اللہ پر بدظنی کے اور کچہہ فائدہ نہین ہے۔ اگر ایک مہینے تک جواب نہ آیا تو میں وہ سب کتابین بذریعہ ویلیو پی تاجرون کو واپس بہیجکر اپنا روپیہ وصول کرلونگا۔ اگر کسی تاجر نے وی پی واپس کی تو پہر بذریعہ عدالت روپیہ لیلون گا۔ خود ساختہ زید بکر کی باتون کو آنحضرت کی طرف منسوب کرکے دہوکہ دیکر ناحق لوگونکا روپیہ محدثین ضایع کراتے ہین عجیب انصاف ہی۔

راقم ایک حنفی وہابی

مسلمانونکی فلاح عصر جدید اور مشاہیر عصر

اس عنوان کے نیچے ہم حافظ نذیر احمد خان اور مولانا شبلی کی رائے پر ریمارک کر چکے ہین۔ آج مولوی حبیب الرحمن صاحب رئیس بہیکن پور کی رائے کی توزین کرتے ہین۔

چنانچہ مولوی حبیب الرحمن صاحب لکہتے ہین "کسی قوم کے شائستہ بنانیکی صرف ایک تدبیر ہے اور وہی مسلمانون کے واسطے ہے۔ کفایت شعاری اور سنجیدگی بہی شائستگی کا ایک جزو ہے۔ لہذا وہی علاج ان کے لئے کارگر ہوگا۔ وہ تدبیر یہ ہے۔ کہ کچھ لوگ اپنی زندگی کو سچے دل سے اس کام کی نذر کر دین اپنی آسائش ذاتی نفع کو اس پر سے قربان کر دین۔ شب و روز اسی دہن مین رہین زبان سے۔ قلم سے۔ نظر سے غرض ان تمام وسائل سے کام لین جو ان کا شوق بجہائے بدون اس کے تمام تدابیر ادہوری ہونگی"

اس پر عصر جدید مندرجہ ذیل ریمارک کرتا ہے۔

یہ رائے نہایت متین ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ کام کرنیوالے آدمی پیدا کرو اور یہ سب سے زیادہ ضرور اصلاح ہے اور خوشی کی بات ہے کہ کام کرنیوالون کا گروہ چند روز سے بڑہتا جاتا ہے۔

ہمکو اس معاملہ مین شروانی صاحب سے کسقدر اختلاف ہے کہ کسقدر کفایت شعاری اور سنجیدگی شائستگی کا جزو ہے کیونکہ عرفی معنے مین تہذیب سے اسراف اور اوچہا پن اور فن دروغ گوئی یا فن اشتہار مین ترقی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ایک ہوشیار یورپین فلاسفر نے حال مین ایک مضمون لکہا تہا۔ اور اسمین بتایا تہا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایشیا کی محنتی قومین جیسے چینی و جاپانی و ہندی اہل یورپ کو ترک دیگر میدان تمدن سے ہٹا دینگی۔ وجہ اس نے یہ بتائی تہی کہ یورپین بوجہ شائستگی ضروریات زندگی بڑہتی جاتی ہین اور اس لئے مزدوری بہی زیادہ ہے۔ یہ قومین چونکہ ضرورتین کم رکہتی ہین اور کفایت شعار ہین لہذا یورپ کی تجارت کو انجام کار پامال کر دینگی مجہے اندیشہ ہے کہ تہذیب کی .... یہ رو اگر اسیطرح ترقی کرتی گئی تو مسلمان اس دور اندیش فلسفی کی پیشگوئی سے فائدہ نہ اٹہا سکین گے۔ بلکہ بوجہ اپنے اسراف اور بے اعتدالی کے دونون تہذیبون کے بیچ مین کچلے جائین گے۔ فتدبر

ہمارا ریمارک ۔ ہماری سمجہ مین نہین آتا کہ یہ لوگ جو مسلمانون کو ایک شائستہ متین اور کفایت شعار قوم بنانا چاہتے ہین اس کے لئے ایسی تجویزین کیون پیش کرتے ہین جنہین قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا ذکر تک بہی نہو۔ کیا اس سے یہ غرض ہے کہ مسلمان ان کو چہوڑکر کوئی ترقی کر سکین گے۔ ہم کہتے ہین کہ اس سے پہلے کہ تم ان کو کفایت شعار بنانیکی فکر کرو بہتر ہے کہ پہلے مسلمانون کو مسلمان بنالو۔ ایک مسلمان بنانا ہی ساری ترقیون اور شائستگیون اور اخلاقی خوبیون کا مجموعہ ان مین پیدا کر دیتا ہے لیکن اگر مسلمان مسلمان ہی نہ رہین گے تو پہر خواہ کچہ ہی ہو کوئی فائدہ ان تجاویز سے نہین پیدا ہوگا۔

مولوی حبیب الرحمن صاحب کی یہ رائے کہ کچھ آدمی سچے دل سے اپنی زندگی کو اس کام کی نذر کرین جہانتک الفاظ کا تعلق ہے خوش کن ہو سکتی ہے۔ اگر ہر ایک شخص اللہ تعالے کے فضل اور تائید کے بدون اپنی زندگی دوسرون کے فائدہ کیلئے وقف کر سکتا ہے پہر اللہ تعالی نے جو مامورین و مرسلین کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری رکہا ہے وہ بے ضرورت ثابت ہو جائیگا۔ کوئی شخص حقیقی سوز و گداز ملک اور قوم کی خدمت کیلئے انکی حقیقی بہی خواہی کیواسطے نہین رکہ سکتا جبتک وہ اس منصب پر مامور نہو۔ اور اگر کوئی شخص اپنی تجویز اور خیال پر جب نام کو اپنا معبود بنا کر اٹہے بہی تو اسکا وجود ملک اور قوم کے لئے نافع ثابت نہین ہوگا۔ پس اس امر کو کبہی بہولنا نہین چاہئے کہ مسلمانون کی بہبودی اور بہتری اسی مین ہے کہ ان کو مسلمان بنایا جاوے اور اسلام ان کی رگ و ریشہ مین عملی رنگ سے پیدا ہو۔ پہر ناممکن ہے کہ مسلمان ترقی نہ کرین یا مسلمان اعلے درجہ کے کفایت شعار اور متین نہ بن جاوین۔ ایک شخص جب ایمانی اور اعتقادی طور پر مبذرین کو اخوان الشیاطین سمجہیگا تو پہر ناممکن ہے کہ وہ عملی طور پر خود اس بلا مین مبتلا ہونا چاہے وہ شخص جو سچا مسلم بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن کے ماتحت ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ وہ بنی نوع کی ہمدردی اور شفقت علے خلق اللہ کو اپنا اصول قرار نہ دے اور مومن کہلا کر والذين هم عن اللغو معرضون کا وصف اپنے اندر پیدا کرنیکے ساعی نہو۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ مسلمانون مین اسلام کی روح نفخ کرنیکے واسطے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر آئے اپنی تجویزون اور انسانی منصوبون سے زبان کی چالاکیون یا قلم کی تیزیون سے وہ اس منصب پر مامور نہو بلکہ اللہ تعالے اسے مامور کرے تا روح القدس سے اسکی تائید ہو اور ایک کامل اطمینان اور استقلال اسکو دیا جاوے اور کوئی امر اس کے لئے پشت شکن اور تہکا دینے والا ثابت نہ ہو۔ اس خدا شناسی اور خدا پرستی کے دور اور لامذہبی کے زمانہ مین ہمارا ایسا کہنا ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ رکہیگا ہم اسے خوب سمجہتے ہین مگر سچ یہی ہے کہ مسلمانون کی فلاح اور اصلاح کی اگر کوئی تدبیر ہے تو یہی ہے اس کے سوا ناممکن ہے **مسلمانونکی اصلاح**۔

اور ہم یہ بشارت دیتے ہین کہ خدا تعالے نے اسوقت جو مین ضرورت کا وقت تہا محض اپنے فضل سے اس کشتی شکستہ قوم کے سہارا اور آسرے کیلئے ایک مامور بہیجا ہے جو قوم مین دینی صلاحیت اور تقوے پیدا کرنا چاہتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاص منشا اور مقصد تہا۔ اور اس سلسلہ منہاج نبوت پر آیا ہے اور اسی رنگ اور شان سے اصلاح قوم کی فکر کر رہا ہے اگر قوم اس کی بات سنے اور اس کے ساتہ ہو جاوے تو ہم یقینا کہتے ہین کہ وہ کامیاب ہو جائیگی اور ہمارا معاصر عصر جدید مسلمانون مین جس قوت اور روح کے نفخ ہونے کی آرزو کرتا ہے وہ انمین پیدا ہو جائیگی لیکن بغیر اس کے .... دامن سے وابستہ ہوئے اگر کوئی شخص قومی اصلاح اور فلاح کا مدعی ہو تو ہم بیتکلف سے کہتے ہین وہ کامیاب نہین ہو سکتا کیونکہ یہ ریفارمر (مصلح) خدا تعالے سے تائید یافتہ ہو کر اس کام کے لئے مبعوث ہوا ہے اور اس نے وہی طریق اختیار کیا ہے جو کامیابی کا سچا ذریعہ ہے۔ مسلمانون کو قرآن کریم کی ہدایتون پر عمل کرانا چاہتا ہے اور اسی کو فلاح کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ جو حقیقت ہے پہر قرآن کریم اور اسلام کو چہوڑکر کوئی تجویز قوم کی بہتری اور بہلائی کی ہو ہی نہین سکتی کاش مسلمان سمجہین سوچین اور پہر عمل کرین۔

جنگ روس و جاپان کی خبرین

جاپانیونکا نقصان ۔ روسیون کا ایک گروہ ماجود النی سے چیفو مین آیا ہے رپورٹ کرتا ہے کہ جاپانی جنگی جہاز شکیشما اور فوجی ۱۶ ماہ حال کو پورٹ آرتہر مین ڈوب گئے تہے۔ مگر یہ کہانی من گہڑت معلوم ہوتی ہے۔

امیر البحر توگو رپورٹ کرتا ہے کہ ۱۵ ماہ حال کو جہاز کساگی کروزر ریشینو کے ساتہ ٹکرایا۔ اور موخر الذکر جہاز ۲۰ منٹ کے اندر غرقاب ہو گیا صرف نوے اہل جہاز بچے۔ اسی روز جنگی جہاز ہستوسی ایک روسی سرنگ کے ساتہ ٹکرا کر ڈوب گیا۔ ۲۴ آدمی بچ رہے +

امیر البحر توگو کی ایک بعد کی تار خبر مظہر ہے کہ ہتسوسی پورٹ آرتہر کے پرے فوجون کو اترتے ہوئے دیکہ رہا تہا کہ بندرگاہ سے دس بحری میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق ایک سرنگ کے ساتہ ٹکرایا۔ اس نے امداد کیلئے اشارہ کیا۔ مگر فوراً ہی ایک اور سرنگ کے ساتہ ٹکرا کر نصف گہنٹہ کے اندر غرقاب ہو گیا +

سینٹ پیٹرز برگ مین بیان کیا جاتا ہے کہ جہاز پیٹروپو لسک کے ڈوبنے کے بعد ایک تارپیڈو کشتی نے جاپانیون کو دیکہ بہال کرنے کی زمین پر سرنگین لگا دین +

(لندن ۲۰ مئی) امیر البحر توگو رپورٹ کرتا ہے کہ یہ ایک پر معنی امر ہے۔ کہ جہاز ہتسوسی کے غرقاب ہونے کے بعد سولہ روسی تارپیڈو ڈسٹرائر کر بندرگاہ سے باہر آئے۔ مگر جاپانی کروزرون نے انہین پسپا کر دیا۔ امیر البحر نشیبہ جو جہاز ہتسوسی پر تہا۔ بچ گیا ہے۔ ۲۷ افسر اور وارنٹ افسر دو ضائع شدہ جہازون میں ہلاک ہو گئے۔

(بعد کی خبر) جاپانی جنگی جہاز ہتسوسی پر کل تعداد آدمیونکی ۷۴۱ اور شینو پر ۴۶۰ تہی۔ اخبارات مذکورہ بالا دو جہازون کے ڈوبنے پر اظہار ہمدردی و افسوس کرتے ہین۔

جاپانیون کی پسپائی ۔ جاپانیون کی واپسی چنگ ہنگ کی تشریح ابہی تک نہین ہوئی نیو چوانگ سے ایک تار سے واضح ہوتا ہے کہ یہ پسپائی ایک شکست فاش کے باعث سے تہی۔ لیکن اسکی تصدیق روسی وسائل سے نہین ہوئی۔

نیو چوانگ :۔ روسی جنگی جہاز ڈیہول سے نیو چوانگ کو روانہ ہو گیا ہے۔

روسیونکا عظیم الشان نقصان :۔ خبر ہے کہ جاپانیون نے ۱۷ ماہ حال کو کنگسا پر قبضہ کر لیا۔ سٹینڈرڈ کا نامہ نگار ٹنشن سے مظہر ہے کہ ایک لڑائی مین دو ہزار روسی ہلاک اور ۱۸۰۰ مجروح ہوئے۔

جزیرہ نمائے لیاؤ ٹنگ :۔ جزیرہ نما میں ایک نہایت سخت چہوٹی لڑائی ہوئی ہے جسمین جانبین کا بہت سا نقصان ہوا ہے۔

ایک جاپانی سرکاری پیغام تار مظہر ہے کہ جاپانی رسالون کی کل کوشش بر اترنا شروع کر دیا۔

کہلی بندرگاہیں :۔ سینٹ پیٹرز برگ کا ایک تار مظہر ہے کہ تو قع ظاہر کی گئی ہے کہ روس عنقریب سائبیریا کی بندرگاہون کو جنمین ولاڈی واسٹک بہی شامل ہے تجارت کیلئے کہلی ہونیکا اعلان کریگا +

مختلف خبرین

امپیریل لائبریری کلکتہ ۔ جس کا افتتاح لارڈ کرزن نے ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو کیا تہا۔ اسکی پہلی سالانہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۱ ماہ زیر رپورٹ مین ۱۲۱ مستقل ممبر بنے والے تہے۔ اس عرصہ مین ۱۵۰۹۳ اشخاص برائے مطالعہ لائبریری مین داخل ہوئے۔

افغانستان مین ٹیکہ چیچک ۔ (الہ آباد ۱۸ مئی) ہر سال ٹیکہ لگانیکا مادہ کابل بہیجا جایا کریگا سردار اور انکے کنبون مین ٹیکہ کو ہمیشہ اچہا سمجہا جاتا ہے۔ کچہ مقدار امیر عبد الرحمن خان مرحوم کے عہد حکومت مین پنجاب مین جایا کرتی تہی۔ غفلت سے کچہ عرصہ تک نہین بہیجی گئی +

مردہ پایا گیا :۔ ۱۸ مئی کو جو پنجاب میل بمبئی سے دہلی کو آ رہی تہی۔ اجمیر مین میل سرائے سٹیشن پر ایک یورپین درمیانہ درجہ کی گاڑی مین مردہ پایا گیا۔

انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چہپکر شائع ہوا